بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خُلاصَۃُ التَّفاسِیر

قرآنِ مُبِین مُترجَم

۵ (5)

مختلف مکاتبِ فکر قدیم و جدید اہم تفاسیر کا خلاصہ
اور آسان اُردو ترجمہ

از ڈاکٹر محمد حسن رضوی

ناشر: پاک محرم ایجوکیشن ٹرسٹ
(۲۷۹ - بریٹو روڈ - کراچی - فون: ۷۲۳۲۳۵۴)

www.drhasanrizvi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ۝
اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے واسطے
آسان کر دیا تو کوئی ہے جو نصیحت حاصل کرے۔ القمر ۵۴ / ۱۷

قرآنِ مُبین مترجم

(۵)

پارہ وَالْمُحْصَنٰتُ

مع آسان اُردو ترجمہ و تشریحات
از ڈاکٹر محمد حسن رضوی

ناشران:
پاک محرم ایجوکیشن ٹرسٹ
۲/۸/۲ جی، پی۔ای۔سی۔ایچ سوسائٹی کراچی فون ۴۵۵۶۸۷

www.drhasanrizvi.org

فہرست

شمار	ذیلی عناوین	صفحہ
۱	متعہ ازروئے قرآن تو جائز ہے لیکن حضرت عمر نے اپنے عہدِ حکومت میں حرام قرار دیا۔	۴۸۱
۲	متعہ اور زنا میں فرق۔	۴۸۲
۳	کنیزوں سے نکاح۔	۴۸۵
۴	احکاماتِ خدا میں انسانی کمزوری کا لحاظ ہے۔	۴۸۹
۵	باطل طریقوں سے مال نہ کھاؤ۔	۴۸۹
۶	گناہانِ کبیرہ کے بارے میں احادیث۔	۴۹۱
۷	جو کچھ جس کو عطا کیا گیا ہے اُس سے حسد نہ کرو۔	۴۹۳
۸	دورِ جاہلیت کے عقدِ اخوت کی رد	۴۹۵
۹	قوّام یا قیّم	۴۹۶
۱۰	سرکش بیویوں کا علاج	۴۹۷
۱۱	تنازعے میں حَکَمین کی ضرورت	۴۹۸
۱۲	اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور والدین کے ساتھ نیکی کرو۔	۴۹۹
۱۳	ہمسائے کی تعریف اور قسمیں۔	۵۰۰
۱۴	بخیل اور شحیح کی تعریف۔	۵۰۱
۱۵	دکھاوے کی خیرات کی مذمت۔	۵۰۳
۱۶	ایمان نہ لانے والوں سے خدا سوال کرتا ہے۔	۵۰۳
۱۷	خدا ظلم نہیں کرتا بلکہ نیکی کا اجر کئی گنا دیتا ہے	۵۰۴
۱۸	یہ آیت اُمّتِ محمدؐ کے حق میں بطورِ خاص نازل ہوئی ہے	۵۰۵
۱۹	جن حالات میں نماز نہ پڑھی جائے اور تیمّم کا بیان	۵۰۷
۲۰	اللہ نے منافقوں کے ظاہر و باطن کی حرکتوں کا حال بیان فرمایا ہے	۵۱۰
۲۱	اہلِ کتاب کو ایمان لانے کی دعوت ۔ ورنہ سخت ترین عذاب کی دھمکی	۵۱۱
۲۲	اللہ کی نظر میں شرک سے بڑا کوئی گناہ نہیں	۵۱۲
۲۳	قابلِ تعریف بس وہی ہے جس کی ستائش اللہ کرے	۵۱۳
۲۴	یہودی اللہ پر بھی بہتان لگاتے تھے	۵۱۴
۲۵	یہودی کی نظر میں کافر مومنوں سے بہتر تھے	۵۱۴
۲۶	حسد، فضلِ خدا، کتاب، حکمت اور ملکِ عظیم سے مراد۔	۵۱۷
۲۷	ملکِ عظیم والوں کی نافرمانی کی سزا۔	۵۱۹
۲۸	امانتوں کو ادا کرنے اور صحیح فیصلے کرنے کا حکم	۵۲۰
۲۹	اولی الامر کون ہیں ؟	۵۲۲

www.drhasanrizvi.org

شمار		صفحہ
۳۰	یہاں طاغوت سے مراد حاکمِ جور و جبر ہے	۵۲۷
۳۱	منافقین آنحضرت ؐ کے پاس فیصلے کے لیے جانے سے گریز کرتے تھے۔	۵۲۸
۳۲	کسی بزرگ کے وسیلے سے دعاء مانگنا اللہ کو پسند ہے۔	۵۲۹
۳۳	رسولِ خدا کو پوری طرح حَکَم ماننا واجب ہے۔	۵۳۰
۳۴	اسلامی شریعت کے احکام بہت سہل ہیں	۵۳۲
۳۵	راہِ راست کی طرف بڑھو گے تو ہدایتِ الٰہی اور توفیق حاصل ہوگی۔	۵۳۳
۳۶	صدّیقین، شہداء اور صالحین کی تعریف اور مراد	۵۳۴
۳۷	وہ لوگ جن پر اللہ کا حقیقی فضل و کرم ہوتا ہے۔	۵۳۷
۳۸	دفاعی سامان بہرحال ضروری ہے	۵۳۹
۳۹	منافقین کی دورنگی سیرت کا اظہار	۵۴۰
۴۰	شہید کا اجر بزبانِ رسولِ اکرم ؐ	۵۴۱
۴۱	جہاد فی سبیل اللہ کا تعلّق صرف دینداروں سے ہے غیروں سے نہیں۔	۵۴۲
۴۲	مظلوم اور کمزور مسلمانوں کی آخرت کے لیے جہاد۔	۵۴۳
۴۳	اسلامی جہاد اور جہانگیری جنگ میں فرق	۵۴۴
۴۴	موت کے لیے کسی جگہ کی قید نہیں۔	۵۴۶

شمار		صفحہ
۴۵	خدا کی کتاب میں حسنات اور سیئات دو طرح کے ہیں۔	۵۵۰
۴۶	حسنات اللہ کی طرف سے اور برائیاں بداعمالیوں کا نتیجہ۔	۵۵۱
۴۷	رسول ؐ کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے	۵۵۳
۴۸	اللہ نے منافقوں کی پول کو طشت از بام کیا ہے۔	۵۵۴
۴۹	قرآن میں غور و فکر کی تاکید	۵۵۵
۵۰	قرآن اللہ ہی کا کلام ہے	۵۵۵
۵۱	اولی الامر یعنی بات کی تہ تک پہونچ جانے والے "آئمہ" معصومین ہیں	۵۵۶
۵۲	اللہ کا اپنے رسول ؐ کی دلجوئی کا انداز	۵۵۸
۵۳	اچھے یا بُرے کام کی سفارش کرنے والے اللہ کی نظر میں۔؟	۵۵۹
۵۴	سلام کرنے کا اسلامی طریقہ	۵۶۰
۵۵	منافقینِ غزوۂ اُحد کے بارے میں مسلمانوں میں اختلاف۔	۵۶۲
۵۶	خدا کس کو گمراہی میں چھوڑتا ہے؟	۵۶۳
۵۷	کافروں سے دوستی نہ کرو	۵۶۴
۵۸	صلح پسند لوگوں سے جنگ نہ کرو	۵۶۵
۵۹	اسلام امنِ عامّہ کا حقیقی علمبردار ہے	۵۶۶
۶۰	قتلِ خطا کے معنی	۵۶۷
۶۱	مومن کو جان بوجھ کر قتل کرنے کی سزا جہنم	۵۶۹

www.drhasanrizvi.org

شمار		صفحہ
۶۲	قتل کرنے سے قبل تحقیق کرنے کا حکم۔	۵۷۰
۶۳	جہاد کی فضیلت	۵۷۲
۶۴	حضرت علیؑ تمام صحابہ سے افضل ہیں (ماجدی)	۵۷۲
۶۵	مستضعفین سے مراد	۵۷۵
۶۶	اللہ کی راہ میں ہجرت کی قدر ومنزلت	۵۷۶
۶۷	نمازِ قصر کے بارے میں امامؑ نے فرمایا	۵۷۷
۶۸	جنگ میں نمازِ خوف کا طریقہ	۵۷۹
۶۹	فریضۂ نماز کو پابندئ وقت کے ساتھ ادا کرو۔	۵۸۱
۷۰	فیصلے کا حق رسولِ خداؐ اور ائمۂ ہدیٰ کو عطا ہوا ہے۔	۵۸۲
۷۱	خائن کی سفارش یا وکالت کو اللہ ناپسند کرتا ہے۔	۵۸۴
۷۲	گناہ کرنا خود اپنے اوپر ظلم کرنا ہے۔	۵۸۵
۷۳	دینِ خدا میں تغیر کرنے والوں کا قصہ	۵۸۶
۷۴	برائی اور اپنے اوپر ظلم کرنے سے مراد	۵۸۷
۷۵	خطیئۃ، اثم اور بہتان کے معنی	۵۸۸
۷۶	کلام کی تین قسمیں	۵۹۰
۷۷	جھوٹ تین باتوں میں جائز ہے۔	۵۹۰
۷۸	اتباعِ رسولؐ اور آلِ رسولؑ ہی صحیح راستہ ہے۔	۵۹۱
۷۹	شرک ناقابلِ معافی گناہ ہے۔	۵۹۲
۸۰	مشرک دراصل شیطان کی پرستش کرتے ہیں۔	۵۹۳
۸۱	خَلقَ اللہ سے مراد	۵۹۴
۸۲	شیطان جبلِ ثور پر چڑھ کر چیخنے لگا	۵۹۶
۸۳	شیطان کے جھوٹے وعدوں کا مطلب	۵۹۷
۸۴	نیک کام کرنے والے مومنوں کے لیے جنتوں میں ہمیشگی کی رہائش	۵۹۸

www.drhasanrizvi.org

وَالْمُحْصَنٰتُ پارۃ ۵

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ (۲۴) وہ عورتیں بھی تم پر حرام ہیں جو دوسرے

اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ کے نکاح میں ہوں۔ سوا اُن کے جو

كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَاُحِلَّ تمہاری ملکیت میں آجائیں۔ یہ اللہ کی

لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ طرف سے تم پر لازمی پابندی ہے۔ اُن کے

تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ سوا دیگر عورتوں کو اپنے مال کے ذریعے

غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ۭ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ حاصل کرلینا تمہارے لیے جائز کردیا گیا ہے

بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ اُن کو پاکدامنی کے ساتھ محفوظ کرلو، نہ یہ

فَرِيْضَةً ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ کہ بدکاری کرنے لگو۔ اُن میں سے جس کے

فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ ساتھ تم "متعہ" کرو تو اُن کے مقررہ

الْفَرِيْضَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا مہر لازمی طور پر ادا کرو۔ البتہ اس میں

حَكِيْمًا ۝ تم پر کوئی حرج نہیں کہ اُس معیّنہ رقم

کے بعد پھر تم آپس میں کسی اور بات پر رضامند ہوجاؤ۔ بے شک اللہ تو ہر بات کا جاننے والا اور تمام مصلحتوں کا پہچاننے والا ہے۔ ——— (۲۴)

"محصنٰت" کا لفظ احصان سے بنا ہے جس کے معنی ہوتے ہیں روک میں آجانا۔ قید میں آجانا۔ مُراد

(آیت کی باقی تشریح اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

(پچھلے صفحہ ۴۸۰ کا بقیہ) شادی شدہ عورتیں جو محافظت میں آجاتی ہیں۔ (تفسیر کبیر۔ ابن قتیبہ، راغب۔ روح)

مطلب یہ ہے کہ شوہر کے ہوتے ہوتے اب دوسرا نکاح حرام ہے سوا شرعی کنیزوں کے جو کافر شوہروں کی زوجیت سے آئی ہیں۔ (قرطبی)

"ایمان" یمین کی جمع ہے۔ یمین کے معنی داہنا ہاتھ۔ یہاں وہ عورتیں مراد ہیں جو اسلامی شرعی جنگوں میں میدان جنگ میں مسلمانوں کے قبضے میں آئیں اور اُن کے خاوند کافر ہوں۔ (تفسیر صافی ۱۲۶)

متعہ ازروئے قرآن تو جائز ہے لیکن حضرت عمر نے اپنے عہد حکومت میں حرام قرار دیا

اور خدا کا یہ ارشاد فرمانا "پھر اُن میں سے جن سے تم متعہ کرلو تو اُن کے مقرر کیے ہوئے مہر ادا کرو" یہ آیت متعہ کے حلال ہونے پر واضح دلیل ہے۔ اسی لیے شیعہ سُنی تمام مفسرین نے لکھا کہ متعہ جو نکاح کی ایک قسم ہے" یعنی ایک معین مدت کے لیے جنسی تعلق کو قائم کرنا رسولِ خداؐ کے زمانے میں حلال تھا اور صحابۂ کرام متعہ کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر کے وقت میں بھی متعہ رائج تھا لیکن حضرت عمر نے اپنے زمانۂ حکومت میں اسے حرام قرار دیدیا" وہ بھی اپنی خلافت کے آدھے دور کے گذر جانے کے بعد۔ حضرت عمر نے فرمایا" متعتانِ کانتا علی عہدِ رسول اللہؐ وَ انا انھی عنھما و اعاقب علیھما" یعنی: دو متعہ رسولِ خداؐ کے زمانے میں حلال تھے (متعۃ الحج اور متعۃ النساء) اور میں اُن دونوں کو حرام کرتا ہوں اور اُن کے کرنے والوں کو سزا دوں گا۔" (تفسیر درِ منثور، ج ۲ ص ۱۴۰، تفسیر کشاف جلد ۱ صفحہ ۳۶، تفسیر کبیر امام رازی جلد ۳ صفحہ ۲۰ مطبوعہ مصر معالم التنزیل، مستدرک، تاریخ طبری، صحیح مسلم، شرح صحیح بخاری)

(باقی مضمون اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

(پچھلے صفحے ۴۸۱ کا بقیہ)

حضرت عبداللہ ابنِ عباسؓ نے متعہ فرمایا تو لوگوں نے دلیل مانگی۔ تو انھوں نے حضرت عمر کا یہ جملہ دلیل میں پیش فرمایا کہ "دو قسم کے متعہ رسولِ خداؐ کے زمانے میں حلال تھے" ابنِ عباسؓ نے فرمایا: "میں نے حضرت عمر کے اِس قول کی بناء پر متعہ کیا ہے، کیونکہ اُن کی روایت غلط نہیں ہوسکتی۔

یاد رہے کہ اس آیت کی ناسخ کوئی دوسری آیت قرآن بھر میں نہیں ہے، اور نہ رسولِ خداؐ نے اس کو حرام کیا۔ اِسی لیے حضرت عمر کو یہ فرمانا پڑا کہ "میں حرام کرتا ہوں۔" اگر کسی آیت نے اِس حکم کو منسوخ کیا ہوتا تو حضرت عمر اُس آیت یا حدیث کا حوالہ دیتے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت کا مطلب بتایا "پس جن عورتوں سے تم نے متعہ کرلیا، ایک مدتِ معین تک، تو انھیں اُن کے مقرر کیے ہوئے مہر دیدو۔"

(تفسیر صافی صفحہ ۱۰۶ بحوالہ کافی وتفسیر عیاشی از امام محمد باقر علیہ السلام)

یاد رہے کہ متعہ نکاح کی ایک قسم ہے۔ متعہ اور زنا میں اتنا ہی فرق ہے جتنا نکاح میں اور زنا میں فرق ہے۔ نکاح اور متعہ میں صرف اور صرف اتنا فرق ہے کہ متعہ میں مدّت مقرر کرلی جاتی ہے اور نکاحِ دائمی میں مدّت معین نہیں ہوتی۔ باقی سب احکام نکاح کے ہیں۔ متعہ کا بھی صیغہ پڑھا جاتا ہے، ایجاب وقبول ضروری ہے۔ عورت کی رضامندی ضروری ہے، متعہ کی مدّت کے گذر جانے کے بعد عورت کو عدّۃ کی مدّت تک نکاح یا دوسرا متعہ کرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ متعہ کی اولاد ورثے میں برابر کا حصّہ پاتی ہے وغیرہ وغیرہ

(باقی اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

(پچھلے صفحے ۴۸۲ کا بقیہ)

حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ: "جو متعہ کی مدّت مرد اور عورت کے درمیان طے ہوئی ہے، جب وہ گذر جائے تو کچھ حرج نہیں کہ مدّت کو بڑھالیں یہ کہکر:

"اِسْتَحْلَلْتُكِ بِاَجَلٍ اٰخَر" یعنی "میں نے تجھے ایک اور معیّن مدت تک کیلئے حلال کرلیا"۔ لیکن کسی دوسرے کو اِس طرح اُس عورت سے متعہ کرنا جائز نہیں جب تک عدّت کی مدّت نہ گذر جائے اور وہ عدّت دو حیض ہے۔" (تفسیر صافی صفحہ ۱۰۷ بحوالہ تفسیر عیاشی)

شیخ طوسیؒ نے اِس بات کو ثابت کرنے کے لیے یہاں مراد نکاحِ دائمی نہیں بلکہ متعہ یعنی: نکاح موقتی ہے، ایک نہایت باریک استدلال فرمایا ہے کہ "خدا نے یہاں یہ حکم دیا ہے کہ عقد کے بعد اُن عورتوں کے مہر اُنھیں دے دو۔ اِس کے معنی یہ ہوئے کہ یہاں اُس عقد کی بات کی جارہی ہے جس کا مہر ایجاب و قبول کے ساتھ ہی پورا ادا کرنا واجب ہوتا ہے۔ اور یہ متعہ ہی میں ہوتا ہے۔ نکاحِ دائمی میں جب تک مباشرت نہ ہوجائے پورا مہر واجب الادا نہیں ہوتا۔ بلکہ اگر مباشرت سے پہلے طلاق دے دیا جائے تو صرف آدھا مہر واجب الادا ہوتا ہے جس کی صراحت خود قرآن میں کی گئی ہے۔ مگر یہاں عقد کے فوراً بعد پورے مہر ادا کرنے کا حکم یہ بتاتا ہے کہ یہاں عقد سے مراد "عقدِ منقطع" ہے جسے متعہ کہتے ہیں۔ (تفسیر تبیان)

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ: جنسی تقاضوں کو حیوانوں کی طرح پورا نہیں کرنا چاہیے، بلکہ انسانوں کی طرح بیوی کے ساتھ محبت اور نباہ کی زندگی گذارنی چاہیے۔ نکاح یا متعہ انسانوں کی طرح ذمّے داری کی زندگی گذاری جاتی ہے، جبکہ زناکاری (سفاح) کی زندگی جانوروں کی طرح کی بے لگام اور غیر ذمّے دار زندگی ہوتی ہے۔

www.drhasanrizvi.org

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا (۲۵)
اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ
فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ
مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ
وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ
بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۚ
فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ
وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ
مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ
وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ
فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ
اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ
نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ
مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ
لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ

اور تم میں سے جو اِس قابل نہ ہو
کہ وہ مسلمان (آزاد) عورتوں سے نکاح
کر سکے تو اُس کو چاہیے کہ مسلمان
لونڈیوں میں سے، جو تمھاری ملکیت
ہوں، کسی سے نکاح کرے جو مومنہ
بھی ہوں۔ اور اللہ تمھارے ایمان
کا حال خوب جانتا ہے۔ تم سب
ایک دوسرے کا جزو ہو۔ لہٰذا اِن
کنیزوں سے اُن کے مالکوں کی اجازت
سے نکاح کرلو۔ اور اُن کا مہر اچھے
طریقے سے ادا کرو۔ تاکہ وہ نکاح
کر کے محفوظ اور پاکدامن بن کر رہیں۔
نہ تو بدکاری کرنے والی بنیں اور
نہ چوری چھپے اپنے آشنا بنانے
والی بنیں۔ پس جب وہ بعدِ نکاح پھر
بیحیائی کا کام کریں تو اُن پر آزاد عورتوں کی بہ
نسبت آدھی سزا ہے۔ یہ (سہولت) اُن کے لیے

(آیت کا باقی حصہ اور ترجمہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

مِنۡكُمۡ ؕ وَاَنۡ تَصۡبِرُوۡا خَيۡرٌ لَّـكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ۲۵

ہے جن کو حرام کاری میں مبتلا ہونے کا خوف ہو۔ لیکن اگر تم صبر کرو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ اور اللہ تو بڑا ہی بخشنے والا (اور) بڑا ہی رحم کرنے والا ہے۔ (۲۵)

ع ۴

کنیزوں سے نکاح، مہر، سزا، تعریفِ کنیز اور چند احکام

مطلب یہ ہے کہ جو آزاد شریف بیویوں کا مہر، نان نفقہ وغیرہ پوری طرح برداشت کرنے کے قابل نہ ہو، وہ کنیزوں سے نکاح کرے۔ یہاں محصنات سے مراد شریف و آزاد بیویاں ہیں (معالم قرطبی) کیونکہ عرب سوسائٹی میں کنیزوں، باندیوں سے نکاح کرنا عار سمجھا جاتا تھا اور اُنکی اولاد کو کنیز زادہ کہتے تھے، تو قرآن نے اس تصوّر کو رد کر دیا۔ (تفسیر کبیر)

فقہاء نے لکھا کہ کنیزوں سے نکاح کرنے کی صورت میں کنیزوں کی رضامندی ضروری ہے۔ نیز یہ بتا دیا گیا کہ "کنیزیں خواہ کنواری ہوں یا منکوحہ، اُن کے زنا کی سزا بہرحال آزاد شریف عورتوں کی سزا سے آدھی ہوگی۔ کیونکہ کنیزیں" باندیاں اکثر حقوق میں بیویوں کا آدھا حق رکھتی ہیں، اس لیے اُن کی سزا بھی آدھی ہوگی۔ پھر یہ بھی ہے کہ اُن کے لیے ترغیبات زیادہ ہیں اور جرم کے موانع کم ہیں۔ اور "احصان" یعنی شریف عورت اُس کو کہتے ہیں جو آزاد ہو۔

(مدارک، معالم، ابنِ قتیبہ)

محققین نے نتیجہ نکالا کہ: "کنیز کے ساتھ عقد کرنے میں المومنات کی قید لگانا اس بات کا

(باقی اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

(پچھلے صفحے ۴۸۵ کا بقیہ)

ثبوت ہے کہ غیرمسلم عورتوں کے ساتھ عقد کرنا درست نہیں ہے چاہے وہ اہلِ کتاب ہی کیوں نہ ہوں۔" (تبیان)

پھر اللہ کا یہ ارشاد فرمانا کہ " اللہ تمھارے ایمان کو خوب جانتا ہے۔" اِس جملے سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اگر وہ کنیز پہلے کافرہ تھی اور اب اسلام کا اظہار کرتی ہے تو اُس کا یہ دعویٰ مان لینا چاہیے۔ یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ صرف دباؤ کی وجہ سے اسلام کا اظہار کر رہی ہے۔ خدا کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ باطنی حقیقت یا دل کی حالت سے تمھیں کیا کام۔ وہ تو اللہ خوب جانتا ہے۔ تم اُس کے زبانی دعوے کو مان لو۔ (جلالین)

کنیز کے ساتھ عقد کرنے میں دوسری رُکاوٹ یہ ہو سکتی تھی کہ ہم کہاں اور کنیز کہاں؟ تو اِس کے رد میں خدا نے ارشاد فرمایا کہ: " حقیقتِ نوعیہ میں تمھارے اور کنیز کے درمیان کوئی فرق نہیں"۔ اِس لیے کنیز کے ساتھ عقد کرنے میں تمھاری شان کم نہیں ہوتی۔ (مجمع البیان)

خدا کا یہ ارشاد فرمانا کہ " اِن کنیزوں سے اُن کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرو۔" بتاتا ہے کہ یہ تخاطب تمام مسلمانوں سے ہے۔ (مجمع البیان)

" کنیزوں سے زناکاری یا چوری چھپے ناجائز تعلقات جائز نہ ہوں گے۔" (تبیان جلالین)

کنیزوں کے بارے میں بہت سی غلط فہمیاں دور کرنے کے لیے چند ضروری متفقہ مسائل درج کیے جاتے ہیں:

(۱) جو عورتیں اِسلامی شرعی جائز جنگوں میں میدانِ جنگ میں گرفتار ہوتی ہیں وہ کنیزیں کہلاتی ہیں۔ خواہ مخواہ یا غیر اسلامی جنگوں میں گرفتار کی گئی عورتیں کنیزیں نہیں۔

(باقی اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

(پچھلے صفحے ۴۸۶ کا بقیہ) (۲) کنیزوں سے ہر سپاہی مباشرت نہیں کر سکتا۔ ایسی عورتیں حکومتِ اسلامی کے حوالے کی جانی ضروری ہیں۔ پھر حکومت جو مناسب سمجھے گی، کرے گی۔ اگر وہ خود کمانے کی لائق ہوں گی تو آزاد کر دی جائیں گی، یا فدیہ لیکر چھوڑ دی جائیں گی، یا قیدیوں سے تبادلے میں کفّار کو دے دی جائیں گی۔ اور اگر یہ سب باتیں ممکن نہ ہوں گی تو سپاہیوں کے درمیان بانٹ دی جائیں گی۔

(۳) جبتک ایک مرتبہ ماہواری نہ آجائے اور یہ اطمینان نہ ہو جائے کہ وہ حاملہ نہیں ہیں اُن کے ساتھ مباشرت جائز نہ ہوگی۔ (۴) حکومتِ اسلامی جس کو وہ کنیز دے گی بس وہی اُس کے ساتھ مباشرت کر سکتا ہے۔ اُس کنیز کی اولاد جائز اولاد سمجھی جائے گی اور اُس کو وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو کسی بھی اولاد کو حاصل ہوتے ہیں۔ (۵) اگر کنیز کا مالک کنیز کو کسی دوسرے کے نکاح میں دے دے گا تو پھر اُس سے مباشرت نہیں کر سکے گا۔ (۶) اگرچہ شریعت نے کنیزوں کی تعداد مقرّر نہیں کی، کیونکہ جنگی حالات کا معیّن کرنا ممکن نہیں، لیکن اِس کے معنی یہ ہرگز نہیں کہ دولتمند لوگ بیشمار کنیزیں رکھ کر اپنے گھر کو عیاشی کا اڈّہ بنالیں۔ (۷) حکومت کسی کنیز کو کسی کے حوالے کرنے کے بعد اُس سے واپس نہیں لے سکتی۔ (۸) کوئی فوجی کمانڈر کسی بھی صورت میں قیدی عورتوں کو اپنے سپاہیوں کے لیے وقتی طور پر جائز نہیں قرار دے سکتا۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے، تو یہ زنا اور قابلِ سزا جرم ہوگا: (تفہیم)

نتیجۂ آیت ؛ محققین نے آیت کے اِن الفاظ سے کہ "تم سب ایک ہی گروہ کے لوگ ہو" یہ نتیجہ نکالا کہ معاشرے میں جو لوگوں کے درمیان مراتب کا فرق ہے وہ محض اعتباری ہے ورنہ اصل میں سب مسلمان یکساں ہیں۔ امتیازی چیز ایمان اور عمل ہے ممکن ہے کہ ایک کنیز حقیقی معنی میں شریف زادیوں سے کہیں بلند مرتبے پر فائز ہو۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○

(۲۶) اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تمھیں وہ طریقے صاف صاف بتادے اور اُن طریقوں کی راہ تمھیں دکھادے جو تم سے پہلے کے[1] (نیک) لوگوں نے اختیار کیے تھے اور تم پر توجّہ فرمائے۔ اللہ تو ہر چیز کا جاننے والا، تمام مصلحتوں کا پہچاننے والا ہے۔

وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۣ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ○

(۲۷) اور اللہ تم پر (رحمت کے ساتھ توجّہ کرتے ہوئے) تمھاری توبہ قبول کرنے[2] کا ارادہ رکھتا ہے، مگر جو لوگ نفسانی خواہشات کی پیروی کررہے ہیں وہ یہ چاہتے ہیں کہ تم سیدھے راستے سے ہٹ کر بہت دور نکل جاؤ۔

---

[1] محققین نے نتیجہ نکالا کہ حرام عورتیں صرف شریعتِ اسلام ہی میں حرام نہیں ہیں بلکہ اس سے پہلے کے انبیاؑ کی شریعتوں میں بھی یہ احکام آچکے ہیں۔ (جلالین) یہ اور بات ہے، کہ دورِ جاہلیت میں اُنکو بھلادیا گیا تھا۔

آیۃ ۲۷: آیت کے مخاطب کفّار، فاسق، فاجر، اہلِ کتاب، مجوسی، یہودی، گناہگار، عیسائی سب ہی ہیں (بیضاوی۔ بحر)

[2] پہلے بندہ توبہ کرتا ہے یعنی اُس کا ضمیر بیدار ہوتا ہے، اپنے گناہ پر شرمندہ ہوکر دوبارہ گناہ نہ کرنے کا خدا سے وعدہ کرتا ہے تو خدا اُسکی توبہ کو قبول کرلیتا ہے لیکن جب گناہ کو پر فخر کرتا ہے تو احساسِ ندامت ختم ہوجاتا ہے تو توبہ بھی قبول نہیں ہوتی۔ (ملخص از مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.org

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ۝ ۲۸

(۲۸) (مگر) اللہ یہ چاہتا ہے کہ تمہارا بوجھ ہلکا کر دے (کیونکہ) انسان کو تو کمزور پیدا کیا گیا ہے۔[۱]

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۣ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝ ۲۹

(۲۹) اے ایمان لانے والو! آپس میں ایکدوسرے کا مال غلط طریقوں سے مت کھاجاؤ۔ سوا اس کے کہ تم ایکدوسرے کی رضامندی سے تجارت کرو۔ اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔[۲] اور یقین جانو کہ اللہ تم پر بڑا ہی مہربان ہے۔

احکامِ خدا میں انسانی کمزوری کا لحاظ ہے

۱؎ مطلب یہ ہے کہ شریعت اسلامی کے احکامات انسانی کمزوریوں کو سامنے رکھ کر بھیجے گئے ہیں۔ ان کمزوریوں کی پوری پوری رعایت رکھی گئی ہے۔ اب یہ انسان کی اپنی بدبختی ہوگی کہ وہ خدا کے ایسے احکامات کی بھی پابندی نہ کرے۔ (فصل الخطاب)

"باطل طریقوں سے مال نہ کھاؤ، ایکدوسرے کو قتل نہ کرو" سے مراد

۲؎ حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا کہ "یہاں "باطل" سے مراد سود، جوا، کسی کا حق کم کرنا یا مارنا، یا ظلم کرنا ہے۔" (تفسیر صافی ص۱۰۵ بحوالہ تفسیر مجمع البیان)

(باقی اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

(پچھلے صفحے ۴۸۹ کا بقیہ)

اور "تجارت" سے مراد وہ خرید و فروخت ہے جو حلال طریقے سے دونوں کی رضامندی سے کی جائے۔ (تفسیر صافی ص۱۰۷ بحوالہ تفسیر قُمّی)

اور خدا کا ارشاد فرمانا کہ "تم اپنے آپ کو قتل نہ کرو" بتاتا ہے کہ مالی خیانت اور ظلم خود اپنے آپ کو قتل کردینے کے مترادف ہے اس لیے کہ اس کے سبب آپس کا اعتبار ختم ہوجاتا ہے۔ اور پورا معاشرہ ظلم اور زیادتی کا شکار ہوجاتا ہے۔

نیز اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی لکھا ہے کہ جناب رسولِ خداؐ کے ساتھ جنگوں میں ایک ایسا شخص بھی جاتا تھا جو رسولِ خداؐ کے حکم کے بغیر اکیلا حملہ کردیتا تھا۔ خدا نے اِس بات سے روکا کہ "تم حکمِ رسولِ خداؐ کے بغیر اپنی جان خطرے میں مت ڈالو۔" (تفسیر صافی ص۱۰۹ بحوالہ تفسیر قُمّی)

حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ "کچھ مسلمان، دشمنوں پر گڑھوں اور غاروں میں داخل ہوکر حملہ کردیا کرتے تھے جسکی وجہ سے دشمن اُن پر قابو پاکر اُنھیں قتل کردیتے تھے۔ خدا نے اِس کام سے روک دیا۔"

اصل میں خدا کا یہ ارشاد فرمانا "اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو" پچھلے فقرے کا تتمہ بھی ہوسکتا ہے اور خود ایک مستقل فقرہ بھی۔ اگر یہ فقرہ پچھلے جملے سے منسلک ہے تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ: دوسروں کا مال ناجائز طریقے سے کھانا خود اپنے آپ کو اور اپنے پورے معاشرے کو قتل کردینے کے برابر ہے آخرت میں تو ایسا آدمی جو دوسروں کا مال کھا جاتے پوری پوری طرح برباد ہوجاتا ہے۔ اور اگر اس کو ایک مستقل فقرہ سمجھا جائے تو پھر اس کے دو معنیٰ ہیں۔ (۱) ایکدوسرے کو قتل نہ کرو۔ (۲) خودکشی نہ کرو۔ حقیقتاً ترتیبِ کلامِ خدا نے ایسی رکھی ہے کہ یہ تینوں معنیٰ اِس میں موجود ہیں اور یہ تینوں معنیٰ درست ہیں۔ (تفہیم)

۶۔ (تفسیر علی ابن ابراہیم و تفسیر صافی بحوالہ تفسیر عیاشی)

www.drhasanrizvi.org

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّ (۳۰) اور جو شخص بھی ظلم و زیادتی کے
ظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ؕ ساتھ ایسا کام (مال وصول) کریگا
وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ تو ہم جلد ہی (ضرور) اُس کو آگ میں
يَسِيْرًا ۝۳۰ جھونک دیں گے، اور یہ کام اللہ کے
لیے بہت آسان ہے۔

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ (۳۱) (ہاں!) اگر تم (اُن) کبیرہ گناہوں
عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ سے بچتے رہے، جن سے تمھیں روکا
وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ۝۳۱ گیا ہے، تو ہم تمھارے بُرے کاموں کو
خود ہی دور کر دیں گے (نامۂ اعمال سے مٹا دیں گے) اور ہم تمھیں عزت کی جگہ داخل کریں گے۔

گناہانِ کبیرہ کے بارے میں احادیث و تشریحات

حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ سے پوچھا گیا کہ کبائر (یعنی) بڑے گناہ کون کون سے ہیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: "ہر وہ گناہ جس پر اللہ نے جہنّم کی سزا کا وعدہ فرمایا ہے، گناہِ کبیرہ ہے۔" (تفسیر صافی ص۲۰۰ بحوالہ تفسیر عیاشی، کافی بحوالہ امام جعفر صادقؑ، معالم از حضرت علیؑ، ابن جریر از ابن عباسؓ)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ گناہانِ کبیرہ سات ہیں۔ (۱) کسی کو بیجا قتل کرنا۔ (۲) والدین کی نافرمانی کرنا۔ (۳) سود کھانا۔ (۴) ہجرت کرنے کے بعد بلا عذر اپنی جگہ

(باقی اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

(بقیہ پچھلے صفحے ۴۹۱ کا بقیہ) پلٹ جانا۔ (۵) یتیم کا مال کھانا۔ (۶) پاکدامن عورت پر تہمت لگانا (۷) جہاد سے بھاگ جانا۔ (کافی و ثواب الاعمال)

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے گناہوں کی اقسام اس طرح بیان فرمائی ہیں۔ "کوئی گناہ بڑا ہے جس پر خدا نے دوزخ میں بھیجنے کا اعلان فرمایا ہے اور کوئی گناہ چھوٹا ہے جس پر اُس نے اپنی معافی کی اُمید دلائی ہے۔" (از نہج البلاغہ)

کیونکہ آیت میں سَیِّاٰت (یعنی بُرے کام) کا لفظ کبائر (یعنی بڑے بڑے گناہوں) کے مقابلے پر استعمال ہوا ہے اس لیے بُرے کاموں سے مراد گناہانِ صغیرہ (چھوٹے چھوٹے گناہ) لینا درست ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے بچ جاؤ گے تو ہم تمہارے چھوٹے چھوٹے گناہ خود معاف کردیں گے۔ (فصل الخطاب)

تاج العلماء کے نزدیک بھی گناہانِ کبیرہ شریعت کی کوئی معیّن اصطلاح نہیں ہے۔ اس لیے جو گناہ ضمیر اور عقل کی رُو سے بڑے ہوں وہ بڑے گناہ ہیں۔ (فصل الخطاب)

جن گناہوں پر قرآن میں عذاب کا وعدہ نہیں کیا گیا ہے وہ گناہانِ صغیرہ ہیں لیکن ہر چھوٹا گناہ اگر بار بار کیا جائے تو وہ گناہِ کبیرہ بن جاتا ہے۔

دوسرا خیال یہ ہے کہ گناہانِ کبیرہ اور صغیرہ کی کوئی معیّن فہرست نہیں۔ بلکہ یہ اضافی چیز ہے ہر گناہ کسی دوسرے گناہ کے مقابلے پر بڑا یا چھوٹا ہو سکتا ہے۔ (تفسیر تبیان)

گناہِ کبیرہ پر خدا کے عتاب و عذاب کے ساتھ ساتھ خدا کے فضل و کرم، عفو و مغفرت کا احتمال رہنا چاہیے اور گناہِ صغیرہ پر خدا کے عفو کے ساتھ ساتھ خدا کے عذاب کا احتمال رہنا ضروری ہے۔ (تھانوی)

www.drhasanrizvi.org

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ (۳۲)
بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ
نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَ
لِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا
اكْتَسَبْنَ ؕ وَ سْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ
فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ
شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ ۳۲

اور جو کچھ بھی اللہ نے تم میں سے
کسی کو دوسروں کے مقابلے میں زیادہ
دیا ہے اُس کی تمنّا نہ کرو۔ (کیونکہ)
جو مردوں نے کمایا وہ اُن کا حصّہ ہے
اور جو عورتوں نے کمایا وہ اُن کا حصّہ
ہے۔ ہاں اللہ سے اُس کے فضل و کرم
کی دُعاء مانگتے رہو۔ یقیناً اللہ ہر چیز کا
پورا پورا علم رکھتا ہے۔ (۳۲)

جو کچھ جس کو عطا کیا گیا ہے اُس سے حسد نہ کرو، کیونکہ دینے والا تو اللہ ہے۔

جس بات سے روکا گیا ہے وہ حسد ہے یعنی انسان دوسرے انسان سے اس بات پر جلنے لگے کہ اُسے علم، عزّت یا مال و مرتبے میں زیادتی کیوں دی گئی ہے۔ نیز وہ یہ بھی چاہے کہ دوسرا کوئی اِس بلند مرتبے پر نہ رہے، اِس سے بھی منع کیا گیا ہے لیکن اعلیٰ مراتب کی تمنّا کرکے اُس کے لیے کوشش کرنے سے منع نہیں کیا گیا۔ آخر میں خدا کا یہ ارشاد فرمانا کہ "اللہ ہر بات کا جاننے والا ہے۔" بتاتا ہے کہ اللہ بلا وجہ کسی کو فضیلت یا زیادہ نعمت عطا نہیں فرماتا۔ وہ یا تو امتحاناً عطا فرماتا ہے یا اُس کو اُس کا مستحق سمجھتا ہے۔ اور خدا اِس بات سے بھی واقف ہے کہ کون خدا سے کیا سوال کرتا ہے۔" (جلالین)

(باقی اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

(پچھلے صفحے ۴۹۳ کا بقیہ)

محققین نے نتیجہ نکالا کہ: خدا کے کاموں میں حکمت اور عدالت کارفرما ہے۔ صرف قدرت اور طاقت ہی کارفرما نہیں۔ وہ کوئی کام بلاوجہ نہیں کرتا۔ (فصل الخطاب)

آیت کا پیغام یہ ہے کہ: نجات، مغفرت، خدا کا قرب کا دار و مدار ہمارے اعمالِ ارادی پر ہے۔ اِس لحاظ سے مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں۔ (مدارک)

آیت کی مرکزی تعلیم یہ ہے کہ: اگرچہ خدا نے تمام انسانوں کو یکساں نہیں بنایا۔ اِسی فرق و امتیاز پر انسانی تمدّن قائم ہے لیکن جب اِن امتیازات کو انسانی فضیلت کا معیار بنا دیا جاتا ہے تو معاشرے میں فساد پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر کوئی کسی کو اپنے سے کسی حیثیت سے بڑھا ہوا دیکھتا ہے تو اُس میں حسد، عداوت اور مزاحمت کے احساسات پیدا ہو جاتے ہیں اِس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بغاوت پر اُتر آتا ہے۔ بڑھے ہوئے آدمی کو نیچے کی طرف کھینچنے کے لیے ہر ناجائز طریقہ اختیار کرنے لگتا ہے اور جو چیزیں اُسے جائز طریقوں سے نہیں مل سکتیں، اُنھیں ناجائز طریقوں سے حاصل کرنے پر اُتر آتا ہے۔

خدا ہمیں اِس منفی سوچ اور طرزِ عمل سے بچنے کا طریقہ تعلیم فرما رہا ہے۔

طریقہ یہ ہے کہ جو فضل تم دوسروں کے پاس دیکھو اُس کو اُس سے چھین کر حاصل کرنے کی تمنّا نہ کرو۔ ہاں تم بھی اُس کے حاصل کرنے کے لیے جائز کوشش کرو، دُعا کرو اور اِس معاملے کو خدا پر چھوڑ دو۔ وہ جس فضل و کرم کو اپنے علم و حکمت سے تمھارے لیے مناسب سمجھے گا عطا فرمائے گا۔" (تفہیم)

www.drhasanrizvi.org

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ ۚ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ۝ ۳۳ ع

(۳۳) اور ہم نے ہر اُس چھوڑے ہوئے مال کے وارث اور حقدار مقرر کر دیے ہیں جو تمہارے والدین یا رشتہ داروں نے چھوڑا ہو۔ اب رہے وہ لوگ جن سے تم نے کوئی عہد کر لیا ہے، تو اُنکا حصہ اُن کو (پہلے) دے دو۔ یقیناً اللہ ہر چیز پر حاضر و ناظر ہے۔ (۳۳)

دورِ جاہلیت کے عقدِ اُخوت کی رد

پہلے زمانے میں عقدِ اُخوت اِن الفاظ ہوتا تھا کہ ایک ساتھی دوسرے ساتھی سے یہ کہے کہ "میرا خون تیرا خون ہے، میرا دماغ تیرا دماغ ہے، میری لڑائی تیری لڑائی ہے، میری صلح تیری صلح ہے، تو میرا وارث ہوگا میں تیرا وارث ہوں گا، تو میری طرف سے دیت دیگا میں تیری طرف دیت دوں گا۔" غرض جو دو آدمی اِس طرح کا حلف اُٹھا کر حلیف ہو جاتے تھے، اُن کو ایکدوسرے کی میراث کا چھٹا حصہ ملتا تھا۔ مگر خدا نے آیتِ میراث سے اِس طریقے کو منسوخ کر دیا۔ (تفسیر صافی ص۱۰۹)

بعض علماء نے اِس آیت کا مطلب یہ لکھا کہ "جن لوگوں کو تم نے اپنا حلیف بنایا ہے اُن کے ساتھ کیے ہوئے معاہدوں کے تقاضوں کو پورا کرو۔ لیکن میراث میں اُن کا کوئی حق نہیں۔ (تبیان)

غرض اِس آیت میں جاہلیت کے عقدِ اُخوت کے طریقے کو منسوخ کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ وراثت تو خدا کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق رشتے داروں میں تقسیم ہوگی، البتہ جن لوگوں سے تمہارے عہد و پیمان ہیں یا جو تمہارے عزیز غریب ہیں اُن کو اپنی زندگی میں (جائیداد کا ایک تہائی حصہ) دے سکتے ہو۔ (تفہیم)

www.drhasanrizvi.org

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ (۳۴) بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِىْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِى الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ۳۴

مرد، عورتوں کے انتظامات اور معاملات کو صحیح طریقے سے چلانے کے ذمّے دار ہیں[۱]۔ کیونکہ اللہ نے اُن میں سے ایک کو دوسرے پر زیادہ صلاحیت دی ہے۔ اور اسی لیے وہ اپنے مال سے (اُن پر) خرچ کرتے ہیں۔ پس نیک عورتیں وہ ہیں جو فرمانبردار ہوتی ہیں (اور مردوں کے) پیٹھ پیچھے (اُنکے اموال و حقوق کی) اُسی طرح حفاظت کرتی جس طرح اللہ نے اُن کی حفاظت فرمائی ہے۔ اور جن عورتوں سے تمھیں سرکشی کا خوف ہو، تو اُنھیں (پہلے تو) سمجھاؤ اور (پھر) اُن کے بستروں سے الگ رہو۔ اور (اگر پھر بھی باز نہ آئیں تو) اُنھیں مارو۔ پھر اگر وہ تمھاری بات ماننے لگیں تو اُن کے خلاف کوئی بہانہ (تشدّد کا) تلاش نہ کرو۔ اور یقین رکھو کہ خدا بہت بڑا اور برتر و بزرگ ہے۔ (۳۴)

---

[۱] **قوّام یا قیّم** اُس شخص کو کہتے ہیں جو کسی فرد یا ادارے کے معاملات کو ٹھیک حالت میں چلانے اور اُس کی حفاظت اور نگہبانی کرنے اور اُس کی ضروریات فراہم کرنے کا ذمّے دار ہو۔

(باقی تشریح اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

(پچھلے صفحے ۴۹۵ کا بقیہ) نیز یہ کہ یہاں فضیلت کے معنی شرف یا عزت نہیں ہے جیسا کہ ایک عام اُردو پڑھنے والا اِس لفظ سے سمجھتا ہے۔ اِس فضل کے معنیٰ یہ ہیں کہ خدا نے مرد کو طبعاً فطرتاً کچھ ایسی صلاحیتیں عطا کی ہیں جو عورت کو نہیں دیں۔ یا کم دی ہیں۔ اِس لیے مرد "قوّام" ہونے کی اہلیت رکھتا ہے یعنی یہ مرد کی ذمّے داری ہے کہ عورت کی حفاظت اور خبر گیری کرے۔

حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: "بہترین بیوی وہ ہے کہ جب تم اُسے دیکھو تو تمھارا دل خوش ہو جائے جب تم اُسے کسی بات کے کرنے کو کہو تو وہ تمھاری اطاعت کرے، اور جب تم گھر میں نہ ہو، تو وہ تمھارے پیچھے تمھارے مال کی اور اپنی عزّت کی حفاظت کرے۔" یہ حدیث اِس آیت کی بہترین تفسیر ہے۔

مگر یہ یاد رہے کہ شوہر کی اطاعت صرف جائز چیزوں میں ہے۔ اگر شوہر کسی ایسے کام کا حکم دے جو خدا کے حکم کے خلاف ہو، یا خدا کے کسی فریضے کے ادا کرنے سے روکے تو اُس کی اطاعت گناہ ہے۔ (تفہیم)

غرض عورتوں پر مردوں کا ایک درجہ افضل ہونا اِس لیے ہے کہ (۱) مردوں پر جذبات کا اثر کم ہونے کے سبب عقل کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔ (۲) حُسنِ تدبیر اور اعمال و اطاعت میں زیادہ قوّت رکھتے ہیں۔ (۳) اُن پر مالی ذمّے داریاں یعنی عورت کو نان نفقہ دینا، بچّوں کے اخراجات دینا، اور مہر دینا پڑتا ہے۔ (تفسیر صافی ص ۱۰۹)

سرکش بیویوں کا علاج

سرکش بیویوں کا علاج یہ ہے کہ (۱) پہلے اُنھیں نرمی اور دلیلوں سے سمجھایا جائے۔ (۲) اگر نہ مانے تو ہمبستری ترک کر دی جائے۔ (۳) پھر یہ سب کام تحقیق اور یقین ہو نے کی صورت میں کیے جائیں، صرف بدگمانی پر نہیں۔ (۴) پھر ترکِ کلام کیا جائے یعنی بات چیت چھوڑ دی جائے (جصاص۔ ابن عربی، جمل) (۵) پھر بھی نہ مانے تو بہت ہلکی مار، وہ بھی جبکہ دوسرا کوئی طریقہ اصلاح کا باقی نہ رہے۔ (بیضاوی از ابن عباس)

اور عورت کی نافرمانی (نشوز) کے معنی یہ ہیں کہ وہ مرد کی کسی جائز بات کو ماننے کیلئے تیار نہ ہو۔ (تاج، راغب، جصاص)

www.drhasanrizvi.org

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا (۳۵) فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ۝ ۳۵

اور اگر تم کو اُن دونوں (میاں بیوی) کے تعلقات کے بگڑنے کا خوف ہو تو ایک حکَم (فیصلہ کرنے والا) مرد کے رشتے داروں میں سے اور ایک حکَم عورت کے رشتے داروں میں سے مقرر کرو۔ وہ دونوں اگر ملاپ کرانا چاہیں گے تو خدا اُنکے درمیان موافقت اور ملاپ کی صورت پیدا کر دے گا۔ (کیونکہ) اللہ تو سب کچھ جاننے والا یقیناً ہے ہی (لیکن) ہر چیز سے باخبر بھی ہے۔ (۳۵)

تنازعے میں فریقین کی جانب سے حکَمین کی ضرورت ہے

اس معاملے میں فقہاء میں اختلاف ہے کہ ثالثوں کے اختیارات کیا ہیں؟ ایک گروہ تو یہ کہتا ہے کہ ثالثوں (حکَمین) کا فیصلہ بس اُن کی تجاویز ہیں، بیوی اور شوہر چاہیں تو اُسے مانیں اور چاہیں تو نہ مانیں لیکن بعض فقہا ثالثوں کے فیصلوں کو واجب العمل سمجھتے ہیں۔ ایک مقدمے میں حضرت علیؑ نے حکَم مقرر کیے اور اُن کو اختیار دیا کہ چاہیں تو دونوں میاں بیوی کو ملا دیں اور چاہیں تو جُدا کر دیں۔ اِس سے فقہاء نے نتیجہ نکالا کہ ثالث بطور خود عدالتی اختیارات نہیں رکھتے۔ البتہ اگر اسلامی حکومت کی عدالت اُنکو ثالث مقرر کرے۔

بحث کا پیغام یہ ہے کہ اگر اخلاص اور دیانت کے ساتھ مصالحت کی کوشش کی جائے گی تو خدا برکت دے گا اور قلب کی صفائی کی کوئی صورت نکال دے گا۔ (ماجدی)

www.drhasanrizvi.org

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ (۳۶) شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ ۳۶	اور تم سب اللہ کی بندگی کرو اور کسی کو بھی اُس کے ساتھ شریک نہ بناؤ[۱] اور ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو[۲] اور رشتے داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور پڑوسی خواہ رشتے دار ہو یا غیر ہو اور پہلو نشین (ساتھیوں) اور مسافر سے اور اپنی لونڈی غلاموں سے جو تمہارے قبضے میں ہوں، اچھا سلوک کرو۔ یقیناً خدا کسی متکبر شیخی خورے کو پسند نہیں کرتا۔

اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور والدین کے ساتھ نیکی کرو۔

[۱] اللہ تعالیٰ صرف اپنی عبادت کا حکم دیتا ہے کیونکہ لائقِ عبادت صرف اُسی کی ذات ہے کسی جھوٹے معبود کو اُس کا شریک نہ بناؤ کیونکہ اللہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ " بیشک اللہ مشرک کو نہ بخشے گا، سوا اُس کے جس کو چاہے گا بخش دے گا۔" اب بھی اگر کوئی شخص شرک کا مرتکب ہو جائے گا تو وہ اللہ کی بخشش، مغفرت اور نجاتِ ابدی سے محروم رہے گا اور سخت عذاب کا مزہ چکھے گا۔

[۲] والدین کے ساتھ نیکی کے بارے میں جنابِ رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا " جو نیک فرزند شفقت اور مہربانی سے اپنے ماں باپ کی طرف دیکھتا ہے۔ ایسی ہر نظر کے بدلے میں ایک مقبول حج کا

(باقی اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

(پچھلے صفحے ۴۹۹ آیت ۳۶ کا بقیہ) ۔ثواب اُس کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔" لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ! چاہے وہ ایک دن میں سو مرتبہ دیکھے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: "خدا کی عظمت اور اُس کا کرم اِس سے بھی زیادہ ہے۔" دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا کہ "تین آدمیوں کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ اوّل امامِ عادل کے چہرے کی طرف دیکھنا۔ دوسرے عالم کے چہرے کی طرف دیکھنا تیسرے ماں باپ کے چہرے کی طرف دیکھنا۔" پھر یہ بھی ارشاد فرمایا: "تین گناہوں کی سزا بہت جلد اسی دنیا میں مل جاتی ہے۔ اوّل ماں باپ کی نافرمانی۔ دوسرے بندگانِ خدا پر ظلم تیسرے خدا اور خلقِ خدا کی ناشکری (تہذیب الاسلام)

ہمسائے کی تعریف، حقوق اور ہمسائے کی اقسام

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا کہ "ہمسائے کی حد کسی شخص کے گھر کے آگے، پیچھے، دائیں، بائیں، چالیس چالیس گھروں تک ہے۔"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا کہ "ہمسایوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا رزق کو زیادہ کرتا ہے، عمر کو بڑھاتا ہے، مکانوں کو آباد کرتا ہے۔"

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا کہ: "ہمسایوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا مطلب یہی نہیں ہے کہ انھیں تکلیف دینے سے رُک جاؤ۔ بلکہ یہی بھی ہے کہ اُن کی تکلیف پر صبر کرو۔"

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: "ہمسائے تین قسم کے ہیں۔ ایک ہمسایہ وہ ہے جس کے تین حقوق ہیں: (۱) حقِ ہمسائیگی (۲) حقِ مراتب (۳) اور حقِ اسلام۔ (یہ وہ ہمسایہ ہے جو رشتے دار بھی ہو اور مسلمان بھی۔) دوسرا وہ ہمسایہ ہے جس کے دو حق ہیں۔ (۱) حقِ ہمسایہ (۲) اور حقِ اسلام۔ (یہ وہ پڑوسی ہے جو مسلمان تو ہو مگر رشتے دار نہ ہو)۔ تیسرا ہمسایہ وہ ہے جس کا ایک حق ہے

(باقی اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

اَلَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَیَکْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّھِیْنًا ۚ ﴿۳۷﴾

(۳۷) (اور) ایسے لوگ بھی (خدا کو پسند نہیں) جو کنجوسی کرتے ہوں اور لوگوں کو بھی کنجوسی کی ترغیب دیں، اور اللہ نے جو کچھ اُن کو اپنے فضل وکرم سے دیا ہے اُسے چھپاتے ہوں، تو ہم نے ناشکروں کیلئے ذلیل کرنے والی سزا تیار کر رکھی ہے۔ (۳۷)

(پچھلے صفحے نمبر ۵۰۰ آیت ۳۶ کا بقیہ) ۔وہ یہ حقِ ہمسائیگی ہے (لعینی ایسا ہمسایہ جو نہ مسلمان ہو اور نہ وہ رشتے دار ہو) (تفسیر صافی صفحہ ۱۰۹ بحوالہ کافی)

" مُخْتَالًا " لعینی اکڑنے والا۔ اِس سے مراد ایسا تکبر کرنے والا آدمی ہے جو اپنے عزیزوں، اپنے پڑوسیوں اور اپنے ساتھیوں پر ناک منھ چڑھاتا ہو اور اُن کی طرف توجہ نہ کرتا ہو۔ (تفسیر صافی صفحہ ۱۰۹)

" جَارِ ذِی الْقُرْبٰی " سے مراد مسلمان پڑوسی اور دور والے پڑوسی۔ اور " جَارِ الْجُنُبِ " سے مراد یہودی، نصرانی، کافر پڑوسی ہیں۔ (بحر، روح)

بخیل وشحیح کی تعریف

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: "بخیل وہ ہوتا ہے کہ جو کچھ اُس کے پاس ہو، اُس کے دینے میں کنجوسی کرے۔ اور شحیح وہ شخص ہے کہ جو اُس کے اندر بخل کرے کہ جو دوسروں کے پاس ہے۔ (لعینی دوسروں کو خیرات وصدقات سے روکے) اور اُس سے بھی بخل کرے جو اُس کے پاس ہے اور جو کچھ لوگوں کے پاس دیکھے تو یہ تمنّا کرے کہ وہ بھی اُسے

(باقی اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

(پچھلے صفحے ۵۰۱ کا بقیہ)

مل جائے چاہے حلال طریقے سے ملے چاہے حرام طریقے سے۔ اور جو کچھ اللہ نے اُسے دے رکھا ہے، اُس پر قناعت نہ کرے۔" (تفسیر صافی ص۱۰۹)

جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: "وہ شخص بخیل نہیں ہے جو اپنے مال سے فرض شدہ زکوٰۃ ادا کردے۔ اور اپنی قوم کو عطیات دے۔ اور اُس کے علاوہ بھی خرچ کرے۔" (تفسیر صافی ص۱۰۹ بحوالہ من لایحضرہُ الفقیہ)

اللہ کے فضل و کرم کو چھپانے کا مطلب یہ ہے کہ: آدمی اِس طرح رہے (زندگی گذارے) کہ گویا اللہ نے اُس پر فضل نہیں کیا۔ مثلاً کسی کو اللہ نے دولت دی ہو اور وہ اپنی حیثیت سے گر کر (فقیروں اور غریبوں کی طرح) رہے۔ نہ اپنی ذات، نہ اولاد، نہ بندگانِ خدا پر مال خرچ کرے اور نہ کسی نیک کام میں حصّہ لے۔ یہ بات دراصل خدا کی سخت ناشکری ہے۔

جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: "اللہ جب کسی بندے کو نعمت دیتا ہے تو وہ پسند کرتا ہے کہ اُس نعمت کا اثر بندے پر ظاہر ہو۔" یعنی اُس کے طرزِ زندگی میں اُس نعمت کا اظہار ہوتا رہے۔ (اور نعمتوں کو خدا کی مرضی کے مطابق خرچ کیا جاتا رہے)

(تفہیم)

www.drhasanrizvi.org

وَ الَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ‌ؕ وَمَنۡ يَّكُنِ الشَّيۡطٰنُ لَهٗ قَرِيۡنًا فَسَآءَ قَرِيۡنًا ۝۳۸

(۳۸) اور وہ لوگ بھی (اللہ کو ناپسند ہیں) جو اپنے مال کو صرف لوگوں کو دکھانے کیلئے خرچ کرتے ہیں[۱]۔ وہ لوگ درحقیقت نہ تو اللہ ہی پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ ہی آخرت پر۔ غرض جس کا شیطان ساتھی ہو جائے تو وہ اُس کا بہت ہی بُرا ساتھی ہے۔ (۳۸)

وَمَاذَا عَلَيۡهِمۡ لَوۡ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَاَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ‌ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمۡ عَلِيۡمًا ۝۳۹

(۳۹) آخر اُن کا کیا نقصان تھا اگر وہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لے آتے اور جو کچھ اُنکو اللہ نے دیا تھا اُس میں سے کچھ خیرات کرتے[۲]۔ مگر اللہ تو اُن سے خوب واقف ہے۔ (۳۹)

دکھاوے کی خیرات کی مذمت [۱] اس سے پہلی آیت میں اُن لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو بُخل سے کام لیتے ہیں اور خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ اور اب اُن کی مذمت ہو رہی ہے جو خرچ تو کرتے ہیں، مگر لوگوں کو دکھانے کیلئے۔ ایسی خیرات کا کوئی حاصل نہیں۔ (تفسیر مجمع البیان)

ایمان نہ لانے والوں سے خدا سوال کرتا ہے؟ [۲] یہ استفہام انکاری ہے مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی ایسا کرے تو اُن کا کوئی نقصان نہ تھا، بلکہ نقصان تو اِس کے خلاف کرنے سے ہے۔ (جلالین)

انسان اپنے افعال میں فاعلِ مختار ہے، اگر وہ مجبور ہوتا تو اسطرح کی مذمت اور سرزنش بے معنی ہوتی۔ (ملخص از تفسیر تبیان)

www.drhasanrizvi.org

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً یُّضٰعِفْهَا وَیُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝ (۴۰)

حقیقت یہ ہے کہ خدا کسی پر ذرّہ برابر بھی ظلم یا زیادتی نہیں کرتا۔ اگر کوئی ایک نیکی ہو تو خدا اُسے کئی گنا بڑھا چڑھا دیتا ہے اور پھر خود اپنی جانب سے بھی بہت ہی بڑا اُجر عطا فرماتا ہے۔ (۴۰)

خدا ظلم نہیں کرتا بلکہ نیکی کا اجر کئی گنا دیتا ہے

خدا نے نیکیوں (حسنات) کے بارے میں تو عام اعلان فرمادیا کہ اُن کی جزا ر اصل عمل سے بہت زیادہ عطا کی جائے گی۔ لیکن بُرائیوں کی سزا صرف بُرائی کی حد تک۔ صرف اتنی کہ احساسِ سزا بالکل ختم ہی نہ ہو جائے اور خوف کا عنصر باقی رہے، دی جائے گی۔ پھر بار بار شرائط و قیود کے ساتھ کرم اور تفضّل کی کارفرمائی کا اعلان پر اعلان ہوا۔ (فصل الخطاب)

محققین نے نتیجہ نکالا کہ "اللہ ظلم نہیں کرتا" اِس کا مطلب یہ نہیں کہ خدا ظلم پر قادر ہی نہیں، کیونکہ عدمِ قدرت کی شکل میں کوئی کام نہ کرنا قابلِ تعریف نہیں ہوتا۔ خدا اپنے کمالِ ذات، علم و حکمت اور استغنا کی بنا پر ظلم سے بری ہے۔ (تفسیر تبیان)

اسلام کا خدا نہ تو کوئی خونخوار دیوتا ہے اور نہ ایسا مجبور ہے کہ اگر کسی پر کرم کرنا چاہے تو اپنی صفتِ عدل کو برقرار رکھنے کے لیے اُسے کسی اور پر ظلم کرنا پڑے۔

(ماجدی)

www.drhasanrizvi.org

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۢ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ۝۴۱ (۴۱)

پس اُس وقت کیا ہوگا جب ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپؐ (محمد مصطفیٰؐ) کو اُن سب پر گواہ بنا کر لائیں گے ——— (۴۱)

وقف النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

یہ آیت اُمّتِ محمدؐ کے حق میں بطورِ خاص نازل ہوئی ہے

حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کہ " یہ آیت اُمّتِ محمدؐ کے حق میں خاص طور نازل ہوئی ہے۔ یعنی ہر قرن میں اُن میں ایک امام ہوگا جو اُن کے اعمال و افعال کی شہادت دے گا۔ اور جناب محمد مصطفیٰؐ ہم پر گواہ ہونگے"۔ (تفسیر صافی صفحہ بحوالہ کافی)

غرض ہر اُمّت کا گواہ اُن کا پیغمبر ہوگا۔ (جلالین)

اور ان گواہوں کے گواہ ہمارے رسولؐ۔ اِس سے ہمارے پیغمبرؐ کی فضیلت تمام انبیاءؑ کے مقابلے میں نمایاں ہوتی ہے کہ آپؐ کو اُن انبیاءؑ سے وہی نسبت ہے جو اُن انبیاءؑ کو اپنی اُمتوں سے اسی طرح رسولِ خداؐ کے بعد ہر دَور کا امامؑ اپنے عہد کے لوگوں پر گواہ ہے۔ اور اُن کی گواہیوں کے گواہ بھی جناب رسولِ خداؐ ہیں۔ (تفسیر علی بن ابراہیم، فصل الخطاب)

یعنی ہر دَور کا پیغمبرؑ اپنے دَور کے لوگوں پر اللہ کی عدالت میں گواہی دے گا کہ زندگی کا وہ سیدھا سادہ راستہ اور فکر و عمل کا وہ صحیح ترین طریقہ جس کی تعلیم آپ نے مجھے دی تھی، میں نے اُسے لوگوں تک پہنچا دیا تھا۔ پھر جناب رسولِ خداؐ یہی گواہی (اُن رسولوں پر بھی) اور اپنے دَور کے لوگوں پر بھی دیں گے اور قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کا دَور قیامت تک ہے۔ (تفہیم)

www.drhasanrizvi.org

(٤٢) يَوْمَئِذٍ يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ
عَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى
بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ وَلَا يَكْتُمُوْنَ
اللّٰهَ حَدِيْثًا ۠ ٤٢ ع

اُس دن وہ لوگ جنھوں نے اِس کا انکار کیا تھا، اور پیغمبرؐ کی بات نہ مانی تھی وہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ زمین کے برابر کر دیے جائیں۔ (مگر اب) وہ اللہ سے کوئی بات بھی نہ چھپا سکیں گے۔

(٤٣) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا
الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى
حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ
وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِىْ
سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ
وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى
اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ
اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ
الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ
النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا
مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا
طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ

اے ایمان لانے والو! تم نشے کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ (نماز اُس وقت پڑھو) جب کہ تم یہ جان لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو (بیخبری یا نیند کے عالم میں نماز نہ پڑھو[1]) اور نہ جنابت کی حالت میں جب تک کہ غسل نہ کر لو۔ سوا اِس کے کہ تم سفر میں ہو یا (مسجد سے) گزر رہے ہو۔ اور اگر تم بیمار ہو، یا سفر میں ہو، یا تم میں سے کوئی پاخانے سے ہو کر آیا ہو، یا تم نے عورتوں کو چھوا ہو[2] اور پانی بھی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کر لو (اور وہ اس طرح کہ) بس تم مسح کر لو اپنے چہروں

[1] حضرت امام محمد باقر علیہ السلام : [2] چھوا ہو: بمعنی مباشرت کی ہو۔

www.drhasanrizvi.org

وَ اَيْدِيْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۝ ۴۳

اور اپنے ہاتھوں کا۔ بیشک اللہ نرمی سے کام لینے والا، بہت بخشنے والا ہے۔ (۴۳)

جن حالات میں نماز نہ پڑھی جائے، اور تیمم کا بیان

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ "اس سے مراد یہ بھی ہے کہ نماز میں سستی، اونگھ کے ساتھ بوجھل نہ کھڑے ہو کیونکہ یہ نفاق کے قریب ہوتا ہے، اور اس آیت میں اسی بات سے منع فرمایا ہے۔ اس لیے "سُکٰرٰی" سے مراد نیند (بھی) ہے۔ (کافی - علل الشرائع و تفسیر عیاشی)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ "جب تم پر ایسی نیند طاری ہو کہ جو کچھ تم اپنے رکوع وسجود اور تکبیروں میں کہو، اُسے سمجھ نہ سکو، تو نماز کے نزدیک نہ جاؤ"۔ (تفسیر عیاشی)

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت ہے، آپؑ نے فرمایا کہ "یہاں "سُکٰرٰی" یعنی مست ہونے سے مراد شراب کا نشہ بھی ہے۔ پھر شراب کے حرام ہونے سے یہ آیت منسوخ ہوگئی

(تفسیر صافی صفہ ۱۱۱ بحوالہ تفسیر مجمع البیان)

"سُکٰرٰی" کے معنی نشہ میں مست ہوجانے کے ہیں۔ اس بات پر اختلاف ہے کہ یہاں "سُکر" یعنی مست ہونے کے کیا معنی ہیں؟ حضرت ابن عباسؓ، مجاہد، ابراہیم، قتادہ نے اس سے مراد شراب کا نشہ لیا ہے۔ اور اُن کے نزدیک شراب کی حُرمت کے حکم نے اس آیت کو منسوخ کردیا۔ ضحاک نے کہا کہ "اس سے مراد نیند کا نشہ ہے"۔ مگر سفیان نے عطاء سے عبدالرحمٰن کے واسطے

(باقی اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

(پچھلے صفحے ۵۰۷ کا بقیہ) سے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے یہ روایت نقل کی ہے کہ (شراب کے حرام ہونے سے پہلے) ایک انصاری نے کچھ لوگوں کی دعوت کی۔ پھر اُن لوگوں نے شراب پی پھر عبدالرحمٰن بن عوف نے نمازِ مغرب کی امامت کی تو آیتوں کو غلط پڑھا۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئی۔

(احکام القرآن جلد ۲ صہ ۲۴۴ بحوالہ لغات القرآن نعمان وندوۃ المصنفین جلد ۳ صہ ۲۱۹)

"نماز کے قریب نہ جاؤ" کی دوسری تفسیر یہ بھی ہے "حالتِ جنابت میں مسجدوں میں نہ جاؤ" لیکن اگر ایک دروازے سے داخل ہو اور دوسرے سے نکل جائے تو اُس کی ممانعت نہیں۔

عورتوں سے لمس کرنا (چھونا) سے مراد مباشرت کرنا ہے۔ یہ قول حضرت علیؑ ابنِ عباسؓ، ابو موسیٰ اشعری، ابی ابن کعب، سعید ابنِ جبیر اور حسن بصری کا ہے۔ اسی تفسیر کو امام ابو حنیفہ اور امام سفیان ثوری نے اختیار کیا ہے لیکن امام شافعی نے حضرت عمر کا قول اختیار کیا ہے جنھوں نے لمس کے معنی عورت کو ہاتھ سے چھو لینا ہے۔ امام مالک نے شہوت سے عورت کو چھونے پر وضو باطل ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ اور اور "تیمم" کے معنی ارادہ کرنے کے ہیں۔ یعنی جب پانی نہ ملے تو پاک مٹی کا ارادہ کرو۔ (تفہیم)

محققین نے نتیجہ نکالا کہ احکامِ قرآن بغیر احادیث کی تشریحات کے سمجھنا ممکن نہیں مثلاً یہ کہ پانی نہ ملنے کے حدود کیا ہیں؟ پانی کی تلاش کتنی دور تک کرنا لازم ہے؟ پانی مل رہا ہے مگر غصبی ہے تو کیا حکم ہے؟ بہت زیادہ قیمت پر پانی مل رہا ہے تو کیا کیا جائے؟ تیمم میں منھ اور ہاتھوں کی کتنی مقدار پر مسح کیا جائے؟ غرض ثابت ہوا کہ صرف قرآن کافی نہیں اور احادیث کی تشریحات کے بغیر احکامِ قرآن پر عمل کرنا ناممکن ہے۔ (فصل الخطاب)

"صعیداً طیباً" لغت میں زمین کی بالائی سطح کو کہتے ہیں۔ (ہدایہ، قرطبی، ابن عربی)

www.drhasanrizvi.org

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا (۴۴) نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَٰبِ يَشْتَرُونَ الضَّلَٰلَةَ وَيُرِيدُونَ أَن تَضِلُّوا السَّبِيلَ ۝۴۴

کیا تم نے اُن کو نہیں دیکھا جنھیں کتاب کے علم کا کچھ حصہ دیا گیا؟ مگر وہ گمراہی کے خریدار بنے ہوئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم بھی راہ گم کر دو۔ (۴۴)

وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِأَعْدَائِكُمْ ۚ (۴۵) وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَلِيًّا وَكَفَىٰ بِاللَّهِ نَصِيرًا ۝۴۵

اور اللہ تمھارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے اور اللہ سے بڑھ کر کوئی سرپرست اور اللہ سے بڑھ کر کوئی مددگار ہو ہی نہیں سکتا۔ (۴۵)

مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ (۴۶) الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ وَيَقُولُونَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَرَاعِنَا لَيًّا بِأَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّينِ ۚ وَلَوْ أَنَّهُمْ قَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَقْوَمَ وَلَٰكِن

یہودیوں میں تو ایسے بھی کچھ لوگ ہیں جو جملوں کو اُن کی اصل جگہ سے ہٹا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "ہم نے سنا تو مگر مانا نہیں" اور کہتے ہیں "سنو، تمھاری بات نہ سُنی جائے" اور (لفظ) "راعنا" کو اپنی زبان میں دوسرے معنی میں (دین پر اعتراض کرتے ہوئے) کہتے ہیں۔ اگر وہ یوں کہتے کہ "ہم نے سُنا اور مانا اور سُنیے اور ہماری طرف دیکھیے" تو یہ اُن کے لیے زیادہ بہتر ہوتا اور زیادہ صحیح ہوتا۔ مگر

www.drhasanrizvi.org

لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

اللہ نے ان کے اسی انکار کی وجہ سے ان پر لعنت کی ہے۔ اسی لیے وہ بہت ہی کم ایمان لاتے ہیں۔ (۴۶)

اللہ نے منافقوں کے ظاہر و باطن کی حرکتوں کا حال بیان فرمایا ہے

یاد رہے کہ خدا نے اس آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ "یہودی ہیں" بلکہ فرمایا کہ "یہودی بن گئے ہیں" کیونکہ ابتداء میں تو وہ مسلمان تھے، جس طرح ہر نبی کی امّت اصل میں مسلمان ہوتی ہے۔

بظاہر تو یہ لوگ ایسے ہی تھے جو منافقانہ رویّہ اختیار کیے ہوئے تھے۔ بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ کچھ باتیں دل میں کہتے تھے جن کا انکشاف خدا نے یہاں کر دیا اور کچھ باتیں زبان سے کہتے تھے مگر ان کا مطلب کچھ اور لیتے تھے۔ مثلاً "سمعنا" (یعنی ہم نے سن لیا) کہتے تھے مگر ساتھ ساتھ دل میں کہتے تھے، "عصینا" (یعنی ہم نے اسے نہیں مانا) منھ سے کہتے تھے" اسمع " (یعنی ہماری بات سنیے) مگر ساتھ ساتھ دل میں کہتے تھے کہ " خدا کرے کہ آپؐ کی بات نہ سُنی جائے" (تبیان ۔ مجمع البیان)

اور خدا کا فرمانا کہ " الفاظ کو ان کے مقام سے پھیر دیتے ہیں " کے تین مطلب ہیں۔ (۱) خدا کی کتاب کے الفاظ بدل دیتے ہیں (۲) اپنی تاویلوں سے آیتوں کا مفہوم پیغام اور روح کو بدل دیتے ہیں۔ (۳) رسولِ خداؐ سے جو کچھ سنتے ہیں اس کو بدل بدل کر لوگوں کو سناتے ہیں تاکہ رسولؐ کو بدنام کریں اور غلط فہمیاں پھیلائیں۔ (تفہیم)

www.drhasanrizvi.org

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ (٤٧) اے اہلِ کتاب! جو کتاب کہ ہم نے
اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا اُتاری ہے اُس کو مان لو۔ (کیونکہ) وہ
لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ اُس (پیغام) کی بھی تصدیق کرتی ہے
نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا جو تمھارے پاس ہے، قبل اِس کے کہ
عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ ہم (تمھارے) چہروں کو بگاڑ کر پیٹھ کی
كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ طرف پھیر دیں۔ یا اُن پر اُسی طرح اپنی
وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝ لعنت برسائیں جس طرح ہم نے ہفتہ کے
دن (کا حکم نہ ماننے) والوں پر لعنت برسائی تھی۔ اور اللہ کا حکم تو پورا ہو کر ہی رہتا ہے۔ (٤٧)

اہلِ کتاب کو ایمان لانے کی دعوت ورنہ سخت ترین عذاب کی دھمکی

[۱] "طمس" کے معنی صورت کو مٹا دینے کے ہیں (تفسیر معافی ص ۱۱۱) مطلب یہ ہے کہ ہم اُن کو پیٹھ کی طرح کا بنا دیں گے۔ یعنی چہرے اور پیٹھ میں کوئی امتیاز باقی نہ رہے گا۔ (شاہ ولی اللہ، جلالین)

[۲] اصحابِ سبت یعنی ہفتہ کے دن والے لوگوں کیلئے قرآن میں دوسری جگہ فرمایا گیا ہے کہ "وہ بندروں کی صورت میں مسخ کر دیے گئے۔ یہ بات کیونکہ رحمتِ خدا سے دور ہونے کے سبب سے ہوئی اس لیے اُس کو لعنت کے لفظ سے یہاں یاد کیا گیا۔ ورنہ لعنت کے معنی مسخ ہونے کے نہیں ہوتے۔ (جلالین)

اِس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ مسخ ہونے کی سزا سے بچنے کے لیے قرآن اور صاحبِ قرآن (رسولِ خدا ص) کی تصدیق کرو۔ (ماجدی)

www.drhasanrizvi.org

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ۝ (۴۸)

(اور یہ) حقیقت ہے کہ اللہ بس اِس بات کو تو ہرگز معاف نہیں کرتا کہ اُس کے ساتھ کسی اور (خدا) کو شریک کیا جائے لیکن اِس کے سوا ہر اُس بات کو معاف کر دیتا ہے جسے وہ (معاف کرنا) چاہے (کیونکہ) جس کسی نے بھی اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا، اُس نے تو بہت بڑے گناہ کے ساتھ (بہت بڑا) جھوٹ گھڑا۔ (۴۸)

اللہ کی نظر میں شرک سے بڑا کوئی گناہ نہیں

۱ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ "کیا اللہ کی مشیّت میں گناہانِ کبیرہ کی معافی کی بھی کوئی گنجائش ہے؟" فرمایا: "ہاں ہے۔ اللہ اگر چاہے تو اُن پر سزا دے اور چاہے تو معاف کر دے۔"

۲ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ "میں نے اپنے حبیب رسولِ خدا ؐ کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ "اگر کوئی مومن حالتِ ایمان میں فوت ہو جائے، اور اُس پر تمام اہلِ زمین کے گناہوں جتنے گناہ ہوں، تو بھی اُس کی موت اُس کے گناہوں کا کفّارہ ہو جائے گی۔" پھر فرمایا: "جس نے خلوصِ دل سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا اور وہ شرک سے پاک رہا، اور وہ دنیا میں اس حالت سے نکلا کہ اُس نے کسی کو اللہ کا شریک نہ مانا ہو، تو وہ جنّت میں داخل ہوگا۔" پھر آپؐ نے اِسی آیت کی تلاوت کی اور فرمایا: مِنْ شِيْعَتِكَ وَمُحِبِّيْكَ "یعنی یا علیؑ وہ تیری پیروی کرنے والے اور تجھ سے

(باقی اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

(پچھلے صفحے ۵۱۲ کا بقیہ) محبت کرنے والے ہوں گے۔ ہاں، اور قسم ہے پروردگارِ عالم کی کہ وہ تیری پیروی کرنے والوں (شیعوں) میں سے ہوں گے۔" (تفسیر صافی بحوالہ من لایحضرہ الفقیہ)

اِس بات سے اہلِ ایمان کے لیے خواہ وہ کتنے ہی گناہگار ہوں معافی کی اُمید پیدا ہوگئی مگر اِس کو خدا کی مشیت کے ساتھ وابستہ اور مشروط کرکے خوف اور اُمید کے دونوں پلّے برابر کردیے گئے۔ یہ معافی صرف خدا کے عفو و کرم کے نتیجے میں ہوگی، چاہے بندۂ مومن نے آخر وقت تک توبہ نہ کی ہو۔ کیونکہ توبہ سے تو شرک بھی معاف ہوجاتا ہے۔ یہاں شرک سے مراد ایسا شرک ہے جس کی توبہ نہ کی گئی ہو۔ (تبیان اور مجمع البیان)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ شرک تو آسمانی حکومت سے صریحی بغاوت ہے۔ بس اِس کو چھوڑ کر باقی تمام گناہوں سے معافی مل سکتی ہے۔ بشرطیکہ خدا چاہے۔ اِس آیت میں خوارج کے اُس دعوے کی رد ہے کہ "ہر گناہ کی سزا عذاب ابدی ہے"۔ (ابن جریر، مدارک، تفسیر کبیر)

ایک تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ "علمائے یہود شریعت کے چھوٹے چھوٹے فروعی احکام کا تو بڑا اہتمام کرتے تھے، اپنا سارا وقت اُن کے جزئیات کی ناپ تول میں گزارتے تھے اور نئے نئے عجیب عجیب مسئلوں کے اندر مسئلے نکالتے تھے، مگر شرک جیسا بڑا جرم اُن کی نگاہ میں بالکل معمولی تھا۔ نہ تو خود کو اور نہ اپنی قوم کو مشرکانہ خیالات سے بچانے کی کوشش کرتے تھے۔ حتّٰی کہ مشرکین سے دوستی کرتے تھے اور ان کو مسلمانوں پر ترجیح دیتے تھے۔ اِس لیے بتایا گیا کہ شرک جسے تم معمولی چیز سمجھتے ہو، وہی سب سے بڑا ناقابلِ معافی جرم ہے۔" آیت کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ آدمی بس شرک تو نہ کرے، باقی سارے گناہ دل کھول کر کیا کرے۔" (تفہیم)

www.drhasanrizvi.org

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝۴۹

(۴۹) کیا تم نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنی پاکبازی کی خود تعریفیں کرتے ہیں۔ حالانکہ خدا جس کو چاہتا ہے پاکیزگی کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ (یا) تعریف فرماتا ہے، اور اُن پر دھاگے (یا بال) برابر بھی ظلم نہیں ہوگا ——— (۴۹)

قابلِ تعریف بس وہی ہے جس کی ستائش اللہ کرے

مطلب یہ ہے کہ اُن کے اپنے آپ میاں مٹھو بن کر اپنی تعریف کرنے سے کیا حاصل ؟ تعریف تو وہ ہے جو اللہ کرے۔ اب یہ تعریف قرآن یا حدیث کی زبان سے بھی ہوسکتی ہے اور اللہ اس طرح بھی تعریف کرواسکتا ہے کہ لوگوں سے تعریف کروائے۔ اور یہ تعریف خود اُن کے حُسنِ کردار کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اِس لئے خدا نے ارشاد فرمایا کہ "اُن پر ذرا بھی ظلم نہیں ہوگا"۔ یعنی جو تعریف کا مستحق ہوگا، خدا اُس کی تعریف کرتا بھی ہے، اور دوسروں سے کرواتا بھی ہے۔ دوسرے معنی یہ بھی ہیں کہ خدا کا یہ کام بھی ہے کہ وہ نفس کو پاک بناتا ہے۔ (فصل الخطاب - مجمع البیان)

اہم سوال یہ ہے کہ وہ پاکیزگی کردار کس نیت سے اختیار کیے ہوئے ہیں، یہ بات خدا کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا۔ لہٰذا پاکیزگی وہ ہے جس کی تعریف خدا فرمائے۔ خدا نے اہلِ بیتِ رسولِ خداؐ کی پاکیزگی کی ایسی تعریف فرمائی ہے کہ نہ اوّلین میں کسی کی ایسی تعریف کی گئی اور نہ آخرین میں۔ ارشاد فرمایا: "یقیناً اللہ نے یہ طے کرلیا ہے کہ تم اہلِ بیتِ (رسولؐ) کو ہر قسم کی نجاست سے دور رکھے اور تمھیں ایسا پاک رکھے کہ جو حق ہے پاک رکھنے کا۔" جو شخص پاکیزگی اختیار کرنے کی سعی کرتا ہے خدا اُسکی مدد اپنی توفیقات کے ذریعے سے فرماتا ہے مگر یہ عمل خود انسان کی اپنی کوششوں ہی سے شروع ہوتا ہے۔

www.drhasanrizvi.org

أُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى (۵۰) اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَكَفٰى بِهٖٓ اِثْمًا مُّبِيْنًا ۵۰ؑ

دیکھو تو سہی کہ یہ لوگ اللہ پر کسطرح جھوٹی باتیں گھڑ گھڑ تہمت لگاتے ہیں۔ بھلا اس سے بڑھ کر کھلا ہوا گناہ کیا ہوگا۔ ؎

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا (۵۱) نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ۵۱

کیا تم نے اُن کو نہیں دیکھا جن کو کتاب کے علم میں سے کچھ حصّہ دیا گیا ہے مگر اُن کا حال یہ ہے کہ وہ "جِبت" اور "طاغوت" کو مانتے ہیں اور کافروں کے لیے کہتے ہیں کہ ایمان والوں سے زیادہ تو یہی سیدھے راستے پر ہیں۔ ؎۲ (۵۱)

یہودی اللہ پر بھی بہتان لگاتے تھے

اُن کی خودستائیوں میں یہ بات بھی تھی کہ وہ اللہ کی طرف غلط باتوں کو منسوب کرتے تھے مثلاً یہ کہ خدا ہمارا باپ ہے۔ وہ ہم سے محبت کرتا ہے۔ ہم کو ضرور جنّت میں بھیجے گا۔ یہ سب خدا پر جھوٹی تہمتیں تھیں جو وہ لگا رہے تھے۔ (تفسیر تبیان)

اوّل تو جھوٹ بولنا ہی بڑا گناہ ہے اور وہ بھی تہمت لگانا اور پھر خدا پر۔ اس سے بڑا کونسا گناہ ہوسکتا ہے۔

یہودیوں کی نظر میں کافر مومنوں سے بہتر تھے

؎ کتنی عجیب بات ہے کہ یہودی اور نصارٰی جو خدا کو، رسولؐ کو، اور قیامت کو مانتے ہیں بُت پرستی کے خلاف ہیں، وہ مسلمانوں کا ساتھ دینے کے بجائے مشرکوں کا ساتھ دیتے تھے اور کہتے تھے

(باقی اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ (۵۲) یہی وہ ہیں کہ جن پر اللہ نے لعنت
اللَّهُ ۖ وَمَن يَلْعَنِ اللَّهُ فَلَن کی ہے، اور جس پر اللہ لعنت کر دے
تَجِدَ لَهُ نَصِيرًا ۝ تو پھر اُس کا تم کوئی بھی مددگار ہرگز نہ پاؤ گے
أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ (۵۳) کیا حکومت میں اُن کا کوئی حصّہ ہے؟ اگر
فَإِذًا لَّا يُؤْتُونَ النَّاسَ نَقِيرًا ۝ ایسا ہوتا تو یہ دوسروں کو ایک ذرّہ بھی نہ دیتے

(پچھلے صفحہ ۵۱۵ کا بقیہ) "یہ اہلِ ایمان سے زیادہ ٹھیک راستے پر ہیں۔" (فصل الخطاب)

"جِبت" اُس چیز کو کہتے ہیں کہ جس میں کوئی فائدہ نہ ہو۔ (اقرب)

"جِبت" کا اطلاق اللہ کے سوا ہر معبود پر ہوتا ہے۔ (راغب)

جِبت اور طاغوت کے معنی معبودانِ باطل۔ (فتح الرحمٰن)

"جادو اور بُت" (شاہ رفیع الدین) قریش کے بُت (جلالین، مجمع البیان)

"شیطان اور بُت" (مولوی فرمان علی)

آیت ۵۳ : ۱ حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ آیت کے الفاظ "کیا اُن کیلئے سلطنت میں کچھ حصّہ ہے" سے مراد امامت اور خلافت ہے۔ (کافی)

مطلب یہ ہے کہ سلطنت اور اقتدار کسی کا موروثی حصّہ نہیں ہے کہ یہ دوسروں تک اُس کے پہنچنے کے روادار نہ ہوں۔ (مجمع البیان)

۲ "نَقِيرًا" کے معنی ذرّہ بھر، تِل بھر، کھجور کی گٹھلی کے درمیان جو شگاف ہوتا ہے۔

(منتخب اللغات صد ۷۲۳، بیان اللسان صد ۸۰۹، لغات القرآن یا ریاض القرآن صد ۱۴۱، تفسیر صافی صد ۱۱۲، و قرطبی)

www.drhasanrizvi.org

اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ۞ ۵۴	(۵۴) پھر کیا وہ اُن لوگوں سے اِس لیے حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے اُنھیں اپنے فضل و کرم سے عطا فرمایا ہے۔[1] تو ہم نے تو ابراہیمؑ کی اولاد کو کتاب اور حکمت عطا کی ہے اور ان کو "ملکِ عظیم" یعنی بہت بڑی سلطنت بخش دی ہے۔[2]

حسد، فضلِ خدا، کتاب، حکمت اور ملکِ عظیم سے مراد ؟ :

[1] حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "وہ محسود یعنی جن سے حسد کیا جاتا ہے ہم ائمہ اہلِ بیت ہیں۔ جن کے بارے میں خدا نے ارشاد فرمایا کہ "ہم نے اُن کو اپنا فضل عطا کیا" یعنی درجۂ امامت۔"

(تفسیر صافی ص۱۱۲، کافی و تفسیر عیاشی)

[2] حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا کہ "اِس آیت میں "الکتاب" سے مراد "نبوت" ہے۔ "الحکمۃ" سے مراد "فہم اور فیصلے کرنے کی صلاحیت" ہے۔ اور "ملکِ عظیم" سے مراد ہماری اطاعت ہے جو واجب کی گئی ہے۔"

(کافی و تفسیر قمی)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے ارشاد فرمایا کہ

(باقی اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

(پچھلے صفحے ۵۱۷ کا بقیہ) "اللہ نے اُن میں رسولؐ، انبیا، اور امامؑ بنائے۔ پھر وہ کس طرح آلِ ابراہیمؑ میں تو اِس کا اقرار کرتے ہیں، لیکن آلِ محمدؐ میں اِس کا انکار کرتے ہیں۔"

نیز فرمایا "ملکِ عظیم" سے مراد یہ ہے کہ اُن میں امامؑ بنائے ایسے کہ جس نے اُنکی اطاعت کی اُس نے دراصل خدا کی اطاعت کی۔ اور جس نے اُنکی نافرمانی کی اُس نے خدا کی نافرمانی کی۔ بس یہی "ملکِ عظیم" ہے کہ خدا نے اُن میں امامؑ بنائے جس نے اُن کی اطاعت کی، اُس نے خدا کی اطاعت کی۔"
(کافی و تفسیر عیاشی)

غرض یہ لوگ رشک و حسد کی وجہ سے کسی دوسرے پر اللہ کے فضل و کرم کی بارش نہیں دیکھ سکتے تھے۔ مگر اُن کے جلنے سے اللہ کی نعمت کا دروازہ کسی پر بند نہیں ہوگا۔ اب یہ خوب جلیں کہ ہم اِس بات کا قطعی اعلان کر رہے ہیں کہ ہم نے اولادِ ابراہیمؑ کو جس کے مصداق محمدؐ و آلِ محمدؑ ہیں، اپنی طرف سے کتاب اور حکمت عطا کی ہے اور اُنھیں عالمگیر حکومت کے منصب پر بھی فائز کر دیا ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "محمدؐ و آلِ محمدؐ کی اطاعت، اللہ کی اطاعت ہے اور اُن کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے۔" (تفسیر تبیان)

اب یہ حکومت اور فضیلت کسی کے جلنے سے ختم نہ ہو گی۔ اور یہ وہ حکومت ہے جو تاج و تخت سے وابستہ نہیں۔ ہاں تاج و تخت بھی اس کا حق ہے۔ اب اگر کوئی تاج و تخت ان سے چھین لے گا تو وہ غاصب ہوگا۔ مگر اُن کی حکومت بہر حال قائم رہے گی۔ (فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.org

فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَ مِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ؕ وَ كَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ۵۵

(۵۵) مگر اُن میں سے کوئی تو اِس پر ایمان لایا اور کوئی اس سے منہ موڑ گیا۔ تو جہنّم کی بھڑکتی آگ بہت کافی ہے۔[1]

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۵۶

(۵۶) جن لوگوں نے ہماری نشانیوں کو ماننے سے انکار کر دیا ہے اُن کو تو ہم یقیناً بہت جلد آگ میں جھونکیں گے جب اُن کی کھالیں گل سڑ جائیں گی، تو ہم اُس کی جگہ دوسری کھالیں پیدا کر دیں گے[2] تاکہ وہ سزا کا مزہ چکھتے رہیں یقیناً اللہ غالب قدرت والا، گہری مصلحتوں کے مطابق کام کرنے والا ہے۔ (۵۶)

ملکِ عظیم والوں کی نافرمانی کی سزا

[1] مطلب یہ ہے کہ خدا نے جسے ملکِ عظیم عطا فرمایا ہے یعنی اُس کی اطاعت کا حکم دیا ہے، تو جو شخص اُنکے اقتدار کو نہیں مانتا وہ خود اپنی آخرت برباد کر دیتا ہے۔ وہ خدا کا گناہگار اور باغی قرار پا کر واصلِ جہنّم ہو جاتا ہے۔ اور اُس کیلیے دوزخ کی آگ سے بڑھ کر کونسی سزا ہوگی۔ *

[2] یاروں نے اعتراض کیا کہ گناہ تو پہلی کھال نے کیا تھا، دوسری اور تیسری کھال کو کس بات کی سزا دی جا رہی ہے؟ مگر حقیقت یہ ہے کہ گناہ آدمی نے کیے تھے اُسی آدمی کو سزا دی جا رہی ہے، اور اُسی آدمی کو تکلیف پہنچانے کیلئے ایک کھال کے جلنے کے بعد دوسری کھال پیدا کیجا رہی ہے غرض سزا کھال کو نہیں آدمی کو دی جا رہی ہے۔ (تبیان)

* (فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.org

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۫ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ۝ (۵۷)

اور جن لوگوں نے ہماری نشانیوں کو مان لیا اور نیک کام کیے اُن کو تو ہم ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی' جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اُن کو وہاں پاک پاکیزہ بیویاں بھی ملیں گی' اور اُنھیں تو ہم گھنی چھاؤں میں رکھیں گے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝ (۵۸)

بلاشبہ اللہ تم کو حکم دیتا ہے امانتیں اُن کے حق داروں کو ادا کرو۔ اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کیا کرو۔ یقیناً اللہ تم کو بہت ہی اچھی ہدایتیں دیتا ہے۔ اِس میں تو کوئی شک ہی نہیں کہ اللہ خوب سُننے والا (اور) دیکھنے والا ہے۔

امانتوں کو ادا کرنے اور صحیح فیصلے کرنے کا حکم

امانتوں میں وہ مال جو حفاظت کے لیے کسی کے پاس رکھا جائے' قرضے اور وہ ذمّے داریاں بھی شامل ہیں جو کسی معاہدے کی

(باقی اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

(پچھلے صفحے ۵۲۰ آیت ۵۸ کا بقیہ) وجہ سے یا خدا کے حکم کی وجہ سے ہمارے اوپر عائد ہوتی ہیں۔ خدا کے احکامات اور فرائض کو ادا کرنا بھی امانتوں کو ادا کرنا ہے۔ کیونکہ ہمارے پاس جو اختیارات ہیں اور نعمتیں ہیں وہ سب خدا کی دی ہوئی امانتیں ہیں۔ یہاں تک کہ ہماری جان، مال، عزت، آبرو بھی اُسی کی امانتیں ہیں۔ (مجمع البیان)

جان دی ، دی ہوئی اُسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا (غالبؔ)

غرض امانتوں کے اندر تمام حقوق آ گئے جن کی ادائیگی واجب ہے۔ اور "اَهْلِهَا" سے مراد وہ تمام لوگ ہیں، خواہ کوئی بھی ہوں، جن کے وہ حقوق ہیں یا جن کے متعلق وہ فرائض عائد کیے گئے ہیں۔ (ابنِ کثیر بقول ابنِ عباسؓ اور محمد ابنِ حنفیہؒ، قرطبی، تفسیر کبیر)

یہودیوں کی بنیادی غلطیوں میں سے ایک غلطی یہ تھی کہ جو اُن کے زوال کا سبب بنی کہ وہ امانتیں یعنی اپنی ذمّے داریوں کے منصب (Position of trust) ایسے لوگوں کو دیتے جو نااہل، کم ظرف، بداخلاق، بے ایمان اور بدکار لوگ تھے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ اُن کو دیکھ کر ساری قوم خراب ہوتی چلی گئی۔ اِس لیے مسلمانوں کو ہدایت کی جا رہی ہے کہ تم امانتیں، عہدے، ذمّے داریاں، مال ان لوگوں کے حوالے کرنا جو اس کے اہل ہوں خود غرض نہ ہوں، دیانتدار ہوں، انصاف سے کام لینے والے ہوں، خدا سے ڈرنے والے ہوں۔

یہودی علماء کی بددیانتی کی انتہا دیکھیے کہ وہ مسلمانوں پر مشرکوں کو ترجیح دیتے تھے اور اُنھیں ایسا کرنے سے کوئی شرم بھی نہ آتی تھی۔ (بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن) (تفہیم)

www.drhasanrizvi.org

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا (۵۹) اے ایمان لانے والو! اطاعت
اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ — کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسولؐ
اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ — کی اور "صاحبانِ امر" کی جو تم
تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ — میں حکم دینے کے اہل ہیں۔ پس اگر
اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ — تم میں کسی بات پر جھگڑا ہو جائے
تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ — تو اُسے اللہ اور رسولؐ کی طرف پلٹاؤ
ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝ ۵۹ ۴ — اگر تم واقعی اللہ اور آخرت کے دن پر

ایمان رکھتے ہو۔ یہی (طریقہ) اچھا ہے اور انجام کے لحاظ سے بہترین ہے۔ (۵۹)

اُولی الامر کون ہیں؟

حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ "اِس آیت میں "اُولی الامر" سے خاص طور پر ہم (ائمہؑ) مراد لیے گئے ہیں۔ اور تمام مومنین کو قیامت تک کے لیے ہماری اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔" (تفسیر صافی ص۱۱۲ بحوالہ کافی و تفسیر عیاشی)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے پوچھا گیا کہ اوصیاء کون ہیں جن کی اطاعت فرض ہے؟ فرمایا: "وہی ہیں جن کے بارے میں خدا نے یہ آیت نازل فرمائی" پھر امامؑ نے اِسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ (کافی)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے ارشاد فرمایا:

(باقی تفسیر اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

(پچھلے صفحہ ۵۲۲ آیت ۵۹ کا بقیہ) "یہ آیت علیؑ، حسنؑ اور حسینؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔" امامؑ سے پوچھا گیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ کیا وجہ ہے کہ اللہ نے قرآن میں حضرت علیؑ اور اہل بیت کا نام نہیں لیا۔؟ امامؑ نے فرمایا: "اُن سے کہدو کہ" نماز کا حکم نازل ہوا لیکن اللہ نے تین رکعتوں یا چار رکعتوں کا نام نہیں لیا۔ یہاں تک کہ جناب رسولِ خداؐ نے اس کی تفسیر فرمائی۔ اسی طرح زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم آیا لیکن یہ نہ بتایا کہ چالیس درہموں میں سے ایک درہم دینا ہے۔ پھر رسول خداؐ نے اُس کی تفسیر فرمائی۔ اسی طرح حج کا حکم نازل ہوا مگر یہ نہ بتایا کہ طواف سات مرتبہ کرنا، یہانتک کہ جناب رسولِ خداؐ نے اُس کی تفسیر فرمائی۔ اسی طرح آیت میں "اولی الامر" کا لفظ آیا۔ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ یہ لفظ حضرت علیؑ، امام حسنؑ، امام حسینؑ کے بارے میں نازل ہوا ہے۔ پھر جناب رسولِ خداؐ نے حضرت علیؑ کے بارے میں ارشاد فرمایا: "مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ" یعنی جس کا میں حاکم ہوں، علیؑ بھی اُس کا حاکم ہے۔"

نیز جناب رسولِ خداؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ "میں تم سب کو خدا کی کتاب اور اپنے اہل بیت کے بارے میں وصیت کرتا ہوں۔ میں نے خدا سے درخواست کی تھی کہ ان دونوں میں جدائی نہ ڈالیو یہاں تک کہ یہ میرے پاس حوضِ کوثر پر پہنچ جائیں۔ جس پر اللہ نے میری یہ دعا قبول فرمائی۔"

نیز آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: "لوگو! تم میرے اہلِ بیت کو تعلیم مت دو، اِس لیے کہ وہ تم سے زیادہ عالم ہیں۔"

نیز ارشاد فرمایا: "میرے اہلِ بیت تم لوگوں کو ہدایت کے دروازے سے ہرگز ہرگز باہر نہ کریں گے، اور گمراہی کے دروازے میں ہرگز داخل نہ ہونے دیں گے۔" اگر جناب رسولِ خداؐ خاموش

(باقی اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

(پچھلے صفحے ۵۲۳ کا بقیہ) رہتے اور یہ نہ بتاتے کہ اُن کے اہلِ بیتؑ کون ہیں تو کسی کو حق ہوتا کہ دعوے پیش کرے لیکن خدا نے تو اپنے نبیؐ کی تصدیق کے لیے قرآن میں یہ آیت نازل فرمادی کہ: " اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا " اُس وقت علیؑ مرتضیٰ، حسنؑ و حسینؑ اور فاطمہؑ زہرا، حضرت اُمِّ سلمہؓ کے گھر موجود تھے۔ جناب رسولِ خداؐ نے اِن چاروں حضرات کو اپنی چادر کے نیچے لے لیا۔ پھر عرض کیا "اے اللہ! ہر نبیؑ کے کچھ اہلِ بیت عظیم مرتبہ لوگ ہوا کرتے ہیں اور میرے اہلِ بیتؑ اور بڑے مرتبے والے لوگ یہ ہیں۔" جناب اُمِّ سلمہؓ نے عرض کی۔ "یا رسول اللہؐ! کیا میں آپؐ کے اہلِ بیتؑ میں سے نہیں ہوں؟" جناب رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا: "تمھارا انجام بخیر ہوگا لیکن میرے اہلِ بیتؑ اور بڑے مرتبے والے لوگ بس یہی ہیں۔" (تفسیر عیاشی)

یاد رہے کہ تفسیر صافی میں اِس آیت کی تفسیر میں اِس قسم کی بے شمار احادیث و روایات لکھی ہیں۔

"اولوا الامر" کے معنی "حکومت کرنے کا حق رکھنے والے" کیونکہ غاصب کو صاحبِ مال نہیں کہتے، اِس لیے ناجائز طور پر حکومت پر قبضہ کر لینے والے کو اولوا الامر نہیں کہہ سکتے۔ دُنیوی حکومتیں اور بادشاہ جو زبردستی دوسروں کی گردنوں پر مسلّط ہو جاتے ہیں "اولوا الامر" نہیں کہلائے جاسکتے۔ پھر یہ کہ غیر معصوم بھی حقیقی معنی میں اولوا الامر نہیں ہو سکتا۔ اِس لیے کہ خدا نے اولوا الامر کی اطاعت غیر مشروط رکھی ہے۔ اِس لیے یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ کوئی ایسا حکم دیں جو خدا و رسولؐ کے حکم کے خلاف ہو۔ یہ کہنا بھی غلط ہے کہ علماءِ دین اولوا الامر ہیں۔ اس لیے کہ اُن کے فتوے متضاد ہیں جن پر عمل ممکن ہی نہیں۔ اِس لیے عقلاً ماننا پڑے گا کہ اوّلین اور حقیقی معنی اولوا الامر ائمہ معصومینؑ ہی ہیں وہی

(باقی اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

(پچھلے صفحے ۵۲۴ کا بقیہ) حکومت کرنے کے مستحق ہیں۔ اسی لیے شیخ الطائفہ نے لکھا:

"کسی کی بلاقید غیر مشروط اطاعت کرنا جائز ہی نہیں ہو سکتی سوا اس کے کہ وہ معصوم ہو اور جس کے بھولنے اور غلطی کرنے کا کوئی امکان ہی نہ ہو۔ اس لیے علماء۔ اور امراء۔ اولوالامر نہیں ہو سکتے۔ صرف وہی لوگ اولوالامر ہو سکتے ہیں جن کی طہارت کی گواہی خدا نے دی ہو۔"

(تبیان۔ مجمع البیان۔ فصل الخطاب)

غرض پیغمبر اکرمؐ کے بعد اُن کی نیابت میں جس دور میں جو امام معصوم ہوگا وہی مرکزِ اطاعت ہوگا۔ ظالم، جابر، زبردستی کے حکمران کسی طرح اولوالامر نہیں کہلائے جا سکتے۔ امام ابو حنیفہؒ امام احمد ابن حنبلؒ نے اُموی و عباسی خلفاء کے خلاف جہاد کیا۔ سبطِ اکبر امام حسنؑ اور امام حسینؑ کا جہاد بھی حاکمِ وقت ہی کے خلاف تھا۔ حکمرانوں کے مظالم اور بدمعاشیوں سے کون واقف نہیں۔ بھلا ایسے بدمعاشوں کی اطاعت خدا کی طرف سے واجب ہو سکتی ہے؟ یہ اطاعت تو عقلاً بھی ممکن نہیں، اس لیے کہ ان بادشاہوں کے احکامات اکثر خدا کے حکم کے خلاف ہوتے ہیں۔ اسی لیے ڈاکٹر اقبالؔ نے خوب کہا: ؎

فتنۂ ملتِ بیضاء ہے امامت اُس کی
جو مسلماں کو سلاطیں کا پرستار کرے

مرزا غالبؔ نے کہا:

یہ اجتہاد عجب ہے کہ ایک دشمنِ دیں
علیؑ سے آکے لڑے اور خطا[1] کہیں اُس کو

یزید کو تو نہ تھا اجتہاد کا پایہ
بُرا نہ مانیے گر ہم بُرا کہیں اِس کو

[1] (خطا سے مراد خطائے اجتہادی ہے)

(باقی اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

(پچھلے صفحے ۵۲۵ کا بقیہ) البتہ غیبتِ امام میں جب معصوم بظاہر موجود نہ ہو اور ظالم و جابر حکمران ہوں اور اُن سے جہاد کرنا بھی ممکن نہ ہو، تو مجبوراً اُن کے اُن احکامات کی اطاعت کی جاسکتی ہے جو شریعت کے خلاف نہ ہوں۔ اُن کے خلاف کارروائی بغیر کسی مرجعِ تقلید مجتہد کے فتوے کے نہ کی جائے۔" اِسی طرح غیبتِ امام میں وہ علما، جو قرآن اور احادیثِ معصومین کے عالم ہوں اُن کے بتلائے ہوئے حلال اور حرام کو جانتے ہوں، اپنے امامؑ کے عملاً بھی اطاعت کرنے والے ہوں۔ اپنے خواہشات کی پیروی کرنے والے نہ ہوں، اُن کی تقلید کی جاسکتی ہے۔ اُن سے شرعی مسائل دریافت کیے جاسکتے ہیں۔" اِسی طرح ایسے حاکم عادل سے تعاون بھی کیا جاسکتا ہے جو خدا ورسولؐ کی اطاعت کرنے والا ہو۔" اِسی طرح امراض کی شفاء کے سلسلے میں ڈاکٹر یا طبیبِ حاذق سے رُجوع کیا جاسکتا ہے لیکن حکّامِ جور کی عدالتوں سے رُجوع کرنا جائز نہیں۔ البتہ علوم حاصل کرنے کے لیے اہل اساتذہ سے علم حاصل کیا جاسکتا ہے اِس میں تو مسلم اور غیرِ مسلم کی بھی کوئی شرط نہیں

(بمطابق فتوٰی حضرت خوئی اعلی اللہ مقامہٗ)

خدا ورسولؐ کی اطاعت کے بعد اولوالامر کی اطاعت واجب ہے۔ "اولوالامر" یعنی حکم دینے کے اہل، اوّلین معنی میں وہ لوگ ہیں جن کو خدا اور رسولؐ نے اُمّت کا امام مقرّر فرمایا۔ جیسا کہ رسولِ خداؐ نے فرمایا: "میری اُمّت میں بارہؑ امام ہوں گے۔ جو سب کے سب قریش سے ہوں گے۔" (بخاری شریف)

نیز جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ "میں اور علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ اور حسینؑ کی اولاد میں نو امام مطہر پاک و پاکیزہ اور معصوم ہیں۔" اِسی لیے امام راغب نے اِسی آیت کے ذیل میں لکھا کہ "اولوالامر ائمۂ اہلِ بیتؑ ہیں۔"

(مودۃ القربیٰ، مفردات امام راغب صفحہ ۲۴، ینابیع المودۃ صفحہ ۱۱۰، ارجح المطالب)

www.drhasanrizvi.org

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ (۶۰) کیا آپؐ نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا
اَنَّھُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ جو دعوٰی تو یہ کرتے ہیں کہ ہم اُس کتاب
وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ یُرِیْدُوْنَ پر ایمان لے آئے ہیں جو تمھاری طرف
اَنْ یَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَی الطَّاغُوْتِ نازل کی گئی ہے، اور اُن کتابوں پر بھی
وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ یَّكْفُرُوْا بِهٖ ؕ ایمان لے آئے ہیں جو تم سے پہلے نازل
وَیُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّضِلَّھُمْ کی گئی تھیں، مگر چاہتے یہ ہیں کہ اپنے
ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا ۝ مقدّمات کا فیصلہ "طاغوت" (حاکمِ جور)[۱]

سے کرائیں، حالانکہ اُن کو حکم یہ دیا گیا ہے کہ وہ "اُس (طاغوت) کا انکار کریں اور شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ اُنھیں (سیدھے راستے سے) بھٹکا کر بہت ہی دور لے جائے۔ (۶۰)

یہاں "طاغوت" سے مراد حاکمِ جور و جبر ہے

[۱] یہاں صریح طور پر "طاغوت" سے مراد وہ حاکم ہے جو قانونِ الٰہی کے سوا کسی دوسرے قانون یا اپنی مرضی کے مطابق فیصلے کرتا ہو۔ اور وہ "نظامِ عدالت بھی مراد ہے جو نہ تو خدا کے اقتدارِ اعلیٰ کا مطیع ہو اور نہ خدا کی کتاب کو آخری سند مانتا ہو۔ ایسی عدالت طاغوتی عدالت ہے۔ اور اس کے پاس اپنے فیصلے لے جانا ایمان کے منافی ہے۔ قرآن کی رُو سے اللہ پر ایمان اور طاغوت (حاکمِ جور) کا انکار لازم و ملزوم ہیں۔ خدا اور طاغوت دونوں کے سامنے بیک وقت جھکنا عین منافقت ہے۔ (تفہیم القرآن، مولانا مودودی)

www.drhasanrizvi.org

(۶۱) وَ اِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ تَعَالَوۡا اِلٰى مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوۡلِ رَاَيۡتَ الۡمُنٰفِقِيۡنَ يَصُدُّوۡنَ عَنۡكَ صُدُوۡدًا ۚ‏ ﴿۶۱﴾

اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ اُس چیز کی طرف آؤ جو اللہ نے نازل فرمائی ہے اور پیغمبرؐ کی طرف آؤ، تو آپؐ منافقوں کو دیکھیں گے کہ وہ آپؐ سے بڑی شدت کے ساتھ کترا کر مُنھ موڑ لیتے ہیں۔[۱]

(۶۲) فَكَيۡفَ اِذَاۤ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِيۡبَةٌ ۢ بِمَا قَدَّمَتۡ اَيۡدِيۡهِمۡ ثُمَّ جَآءُوۡكَ يَحۡلِفُوۡنَ ۖ بِاللّٰهِ اِنۡ اَرَدۡنَاۤ اِلَّاۤ اِحۡسَانًا وَّتَوۡفِيۡقًا‏ ﴿۶۲﴾

تو کیا حال ہوگا اُس وقت جب اُن پر اُن کے ہی ہاتھوں سے کیے ہوئے پچھلے کاموں کی وجہ سے کوئی مصیبت آن پڑیگی؟ تو اُس وقت یہ تمہارے پاس خدا کی قسمیں کھاتے ہوئے آئیں گے اور کہیں گے کہ ہم تو صرف بھلائی یا مصالحت چاہتے تھے۔[۲] (۶۲)

منافقین آنحضرتؐ کے پاس فیصلے کیلئے جانے سے گریز کرتے تھے

[۱] منافقین اگرچہ اسلام کا دعویٰ زبانی کرتے تھے مگر اپنے مقدمات رسولؐ کے پاس لانے سے کتراتے تھے کیونکہ حضورؐ کے ہاں دو ٹوک عدل کے مطابق فیصلہ ہوتا تھا اور کسی قسم کی کوئی چال بازی، دباؤ یا زور رعایت وسفارش وغیرہ بیکار ثابت ہوتی تھیں۔

[۲] اس آیت کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ جو منافقین باطل اور ظالم حکومتوں کے پاس اپنے مقدمات فیصلے کیلئے لے جاتے ہیں وہ بعد میں اُس کی تاویلیں کریں گے کہ ہم تو بس یہ چاہتے تھے کہ دونوں پارٹیوں میں صلح کرا دیں اور ایک دوسرے سے اتحاد کرا دیں۔
(مجمع البیان، تبیان)

www.drhasanrizvi.org

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ (۶۳) مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًاۢ بَلِيْغًا ۝	یہی وہ لوگ ہیں کہ خدا جن کے دلوں کی باتوں کو اچھی طرح سے جانتا ہے لہٰذا آپؐ اُن کی باتوں کا خیال نہ کیجیے بس اُنھیں نصیحت کرتے رہیے۔ اور اُن سے ایسی باتیں کہتے رہیے جو زیادہ سے زیادہ اُن کے دلوں پر اثر کر سکیں۔
وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا (۶۴) لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَاۗءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝	اور ہم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ خدا کے حکم سے اُس کی اطاعت کی جائے۔ پھر اگر وہ اپنی جان پر (گناہ کرکے) ظلم کر ہی بیٹھیں، تو آپؐ کے پاس آجاتے اور اللہ سے معافی چاہتے، اور اگر رسولؐ بھی اُن کیلئے معافی کی درخواست کرتے تو

وہ یقیناً اللہ کو بڑا توبہ قبول کرنے والا، اُن کیطرف توجہ کرنے والا، رحم کرنے والا پاتے (۶۴)

کسی بزرگ کے وسیلے سے دُعا مانگنا اللہ کو پسند ہے

فقہاء نے اس آیت سے یہ نتیجہ نکالا کہ کسی بزرگِ دین سے توسّل اختیار کرنا اور اُس کے ذریعے سے خدا سے دُعا مانگنا خود خدا کو پسند ہے۔ اِس لیے اِس آیت میں گناہوں کے معاف کرانے کا خدا نے یہ طریقہ بتایا ہے کہ وہ پیغمبرؐ کے

(باقی اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ (۶۵) تو نہیں، قسم آپؐ کے پروردگار کی، کہ
حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ وہ لوگ ہرگز مومن نہیں ہو سکتے جب
بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا تک وہ اپنے جھگڑوں میں آپؐ کو اپنا
فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں۔ پھر جو کچھ
قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝۶۵ آپؐ فیصلہ کریں اُس سے اپنے دلوں میں بھی
کوئی تنگی تک محسوس نہ کریں۔ اور اُس کو پوری طرح تسلیم کر لیں۔[1] (۶۵)

(پچھلے صفحے ۵۲۹ کا بقیہ) پاس آئیں اور خدا سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔ پھر پیغمبر بھی اُن کے لیے خدا سے دعائے مغفرت فرمائیں۔ یاد رہے کہ دعا قبول کرنے والا تو بہرحال خدا ہی ہے۔ وسیلہ اِس لیے اختیار کیا جاتا ہے کہ وسیلہ خدا سے دعا کرے تاکہ دعا کو قبولیت کی منزل تک لیجانے کا باعث ہو۔

نتیجہ: محققین نے نتیجہ نکالا کہ خدا کی طرف سے رسولؐ صرف اِس لیے نہیں آتا کہ بس اُس کی رسالت پر ایمان لے آؤ، کلمہ پڑھ لو، اور پھر جس کی چاہو اطاعت کرو، بلکہ رسولؐ کے آنے کی غرض یہ ہوتی ہے کہ زندگی گذارنے کا جو قانون وہ لیکر آیا ہے، صرف اُسکی پیروی کی جائے اور صرف خدا کے احکامات کو مانا جائے۔ غیر اللہ کے تمام احکامات رد کر دیے جائیں خصوصاً جو خدا کے احکامات کے خلاف ہوں۔ (تفہیم)

رسولِ خداؐ کو پوری طرح حکم ماننا واجب ہے

[1] آیت کا پیغام یہ ہے کہ مسلمان کو پورے پورے طور پر خود کو رسولؐ کے سپرد کر دینا چاہیے اور اُن کی ہر بات مان لینی چاہیے۔ یہی ایمان کی حقیقت اور تقاضا ہے جس کے بغیر کوئی

(باقی اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

(پچھلے صفحے کا بقیہ) مومن ہو ہی نہیں سکتا۔ (شاہ ولی اللہ ۔ فصل الخطاب)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "اس آیت میں خدا نے حضرت علیؑ کو مخاطب فرمایا ہے اور پھر فرمایا کہ خدا کا پچھلی آیت میں یہ ارشاد فرمانا "اگر یہ لوگ اسی وقت جبکہ انھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا" سے لیکر جب ان جھگڑوں میں جو ان کے درمیان پڑے ہیں" سے وہ معاہدہ مراد ہے جو ان منافقوں نے ایک دوسرے کے ساتھ کیا تھا۔ کہ اگر محمدؐ کو خدا نے موت دی تو ہم امر خلافت کو بنی ہاشم میں نہ جانے دیں گے۔ پھر رسول خداؐ نے ارشاد فرمایا" خواہ تم ان کے قتل کا فیصلہ کر دیتے یا معاف کرنے کا، تو مومن وہ ہیں کہ جو اس سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں اور تمہیں ایسا مان لیں جو مان لینے کا حق ہے۔" (تفسیر صافی ص ۱۱۳ بحوالہ کافی)

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تم میں کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش نفس اس طریقے کی تابع نہ ہو جائے جسے میں لیکر آیا ہوں۔ الحدیث (تفہیم)

اس حکم کا لازمی منطقی نتیجہ یہ ہے کہ جب رسولؐ کوئی فیصلہ سنا دیں، کوئی حکم دے دیں تو پھر کسی اجماع، کسی شوریٰ کی کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی۔ ان کے حکم کے بعد کسی قسم کی بے چینی اور اضطراب یا شک و شبہ نہ ہونا چاہیے۔ (فصل الخطاب)

پوری طرح تسلیم کرنے کے معنی ہی یہ ہیں کہ انسان میں اس حکم کے بارے میں کسی قسم کا کوئی شک و شبہ یا تذبذب باقی نہ رہے۔ (جلالین ۔ تبیان)

www.drhasanrizvi.org

وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ؕ وَ لَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَ اَشَدَّ تَثْبِيْتًا ۙ ۶۶

(۶۶) اگر ہم نے انھیں کہیں یہ حکم دے دیا ہوتا کہ اپنے آپ کو قتل کر دو یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ، تو سوائے چند (لوگوں) کے ان میں سے کوئی بھی اس پر عمل نہ کرتا۔ حالانکہ اگر یہ وہی کچھ کرتے جس کی ان کو نصیحت کی جاتی ہے، تو یہ ان کے لیے کہیں بہتر اور زیادہ ثابت قدمی کا سبب ہوتا۔

اسلامی شریعت کے احکام بہت سہل ہیں

مقصد یہ ہے کہ اسلامی شریعت کے احکام تو بالکل آسان اور سادے ہیں، پھر بھی یہ لوگ ان پر عمل نہیں کرتے۔ اگر کہیں انھیں ایسے سخت احکامات دیے جاتے جیسے بنی اسرائیل کو دیے گئے تھے تو کیا سوائے چند آدمیوں کے کوئی ان کی تعمیل کرتا ؟ !!

اب اس آیت کے بعد بھی یہ سمجھنا کہ رسولؐ کے تمام کے تمام ساتھی کمالِ تسلیم و اطاعت پر فائز تھے قرآن سے کوئی مطابقت رکھتا ہے ؟ (فصل الخطاب)

مطلب یہ ہے کہ اگر وہ لوگ شک اور تذبذب کا راستہ چھوڑ کر رسولؐ کی اطاعت یکسوئی کے ساتھ اختیار کرلیں تو انھیں ایمان میں ثبات کی برکتیں حاصل ہوں گی، بشرطیکہ وہ جان و دل سے اللہ و رسولؐ کے احکام کی اطاعت کرنے لگیں۔ (بیضاوی)

www.drhasanrizvi.org

وَّاِذًا لَّاٰتَیۡنٰهُمۡ مِّنۡ لَّدُنَّاۤ (۶۷) اور اُس وقت ہم اُنھیں اپنے
اَجۡرًا عَظِیۡمًا ۙ﴿۶۷﴾ پاس سے بہت بڑا اجر بھی دیتے۔[1]
وَّلَهَدَیۡنٰهُمۡ صِرَاطًا (۶۸) اور اُنھیں سیدھے راستے کی
مُّسۡتَقِیۡمًا ﴿۶۸﴾ ہدایت بھی کرتے (اور منزلِ مقصود
تک پہنچنے کی توفیق بھی دے دیتے)[2]

راہِ راست کی طرف بڑھو گے تو ہدایتِ الٰہی اور توفیقِ خداوندی بھی حاصل ہو گی

[1] یعنی اگر یہ لوگ شک و شبہے کی زندگی کو چھوڑ کر یکسوئی کے ساتھ رسولِ خدا کی پیروی اور اطاعت پر قائم ہو جاتے اور ڈانوا ڈول نہ ہوتے رہتے تو خود اُنکی اپنی زندگی خیالات، اخلاق، معاملات، تزلزل سے محفوظ ہو کر پائیدار بنیاد پر قائم ہو جاتے۔ پھر اُن کی بے اطمینانی بھی ختم ہو جاتی۔ وہ صراطِ مستقیم پر آجاتے جس کے نتیجے میں اُن کی زندگی با معنی بن جاتی اور اُن کی کوششیں سعیٔ لاحاصل نہ ہوتیں۔ (تفہیم)

[2] یعنی، سیدھے راستے پر چلنے بڑھنے، قائم رہنے کی توفیق دیتے۔ معلوم ہوا کہ انسان جب تک اپنے اختیار سے خدا اور رسولؐ کی اطاعت نہیں کرتا تو خدائی ہدایتیں اُس کے شاملِ حال نہیں ہوتیں۔

www.drhasanrizvi.org

وَ مَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓـئِكَ مَعَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيۡقِيۡنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيۡنَ‌ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓـئِكَ رَفِيۡقًا ؕ ۶۹

(۶۹) اور جو بھی اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرے گا وہ اُن لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے اپنا خاص انعام فرمایا (یعنی) انبیاءؑ صدیقین، شہداء اور صالحین۔ اور یہ بہت ہی اچھے ساتھی ہیں۔

صدّیقین، شہداء اور صالحین کی تعریف و مراد

صدّیق سے مراد وہ شخص ہے جو ہر معاملے میں بالکل سچّا، کھرا اور راستباز ہو۔ جس کے اندر صداقت پسندی اور حق پرستی کمال کے درجے پر ہو۔ جو اپنے ہر معاملے اور ہر برتاؤ میں ہمیشہ "سیدھا سچّا" صاف طریقہ" کا راختیار کرے۔ جب بھی ساتھ دے حق، انصاف اور سچّائی کا ساتھ دے۔ اور وہ بھی سچّے دل اور سچّی نیّت سے دے۔ ہر باطل اور جھوٹ کے مقابلے میں ڈٹ کر کھڑا ہو جائے اور ذرا سی کمزوری نہ دکھائے۔ جس سے کبھی جھوٹ بے ایمانی، غلط بیانی کا کوئی اندیشہ ہی نہ ہو۔ (تفہیم)

اِس تعریف کا پورا پورا اطلاق صرف اور صرف معصومینؑ پر ہی ہو سکتا ہے۔ اسی لیے حضرت علیؑ کو رسولِ خداؐ نے "صدیقِ اکبر" فرمایا۔ لیکن مجازی اعتبار سے ہر وہ آدمی اُس حد تک صدّیق ہے جس حد تک اُس میں یہ صفات پائے جاتے ہیں۔ جناب رسول خداؐ

www.drhasanrizvi.org

نے ارشاد فرمایا: "انسان سچ بولتا رہتا ہے، سچ بولتا رہتا ہے، یہاں تک کہ خدا اُس کو صدّیقین میں لکھ لیتا ہے۔" (الحدیث)

شہید کے اصل معنی گواہ کے ہیں۔ اس سے مراد ہر وہ شخص ہے جو اپنے ایمان کی صداقت پر اپنی زندگی کے پورے پورے طرزِ عمل سے گواہی دے، یہاں تک کہ اللہ کی راہ میں جان دے کر ثابت کر دے کہ وہ جس چیز پر ایمان لایا تھا اُسے واقعی سچے دل سے حق سمجھتا تھا۔ (تفہیم)

مطلب یہ ہے کہ اُس کا ہر قول اور اُس کا ہر عمل اُس کے ایمان کی گواہی دے۔ اگر وہ واقعتاً آلِ محمدؐ سے محبّت کرتا ہے تو اُن کی پیروی کی بھی پوری پوری کوشش کرتا ہے اور اس طرح آلِ محمدؐ کی محبت کی وجہ سے اُس کا ہر قول اور ہر فعل اُس کے ایمان کی گواہی دے گا۔ اسی لیے پیغمبرِ اسلام صؐ نے ارشاد فرمایا: "مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ شَہِیْدًا" "جو آلِ محمدؐ کی محبّت پر مرا، وہ شہید مرا۔" (تفسیر کبیر امام رازی)

"صالح" وہ شخص ہوتا ہے جو اپنے خیالات، عقائد، نیّت، اعمال اور ارادوں میں نیکی پر قائم ہو یعنی زندگی کے ہر معاملے میں نیک رویّہ رکھتا ہو۔ (تفہیم)

اوّلین، صحیح ترین اور حقیقی معنی میں "صالحین" معصومین علیہم السّلام ہی ہو سکتے ہیں لیکن ثانوی اور مجازی معنی میں ہر وہ شخص صالح ہوگا جو جتنی معصومینؑ کی پیروی کرنے والا ہوگا، جس کی نیکیاں اُس کی بُرائیوں پر غالب ہوں گی اور اُس کی زندگی کے غالب اعمال نیکی پر مبنی ہوں گے۔

حضرت ابو جعفر امام محمّد باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا

(باقی اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

(پچھلے صفحے کا بقیہ) "ہماری مدد برائیوں اور گناہوں سے بچ کر کرو۔ کیونکہ جو شخص تم میں سے خدا کے سامنے برائیوں سے بچتے ہوئے جائے گا تو اُسے خدا کی طرف سے بڑی وسعت اور بخشش ملے گی، کیونکہ اللہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:" پھر جناب رسولِ خداؐ نے یہی آیت پڑھی۔ پھر فرمایا "ہم میں سے نبی ہیں اور ہم میں صدیق ہیں اور شہداء اور صالحین ہیں۔"

(تفسیر صافی صفحہ ۱۱۴ بحوالہ کافی)

حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "مومن دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو خدا پر دل سے ایمان لایا اور اُس نے وہ تمام شرطیں پوری کیں جو اللہ نے مومن کے لیے مقرر فرمائی ہیں۔ پس وہ تو نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کے ساتھ ہوگا۔ اور اُن سے بہتر ساتھی کون ہو سکتے ہیں؟ اور یہی وہ مومن ہے جس کو شفاعت کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ اور کسی کو اُس کی شفاعت نہ کرنی پڑے گی۔ اور یہی وہ مومن ہے جسے آخرت کے خوف پیش نہ آئیں گے۔ مگر دوسری قسم کا مومن وہ ہے جس کے قدم پھسل پھسل جائیں گے۔ اُس کی حالت اُس ڈنٹھل جیسی ہوگی کہ جدھر ہوا نے جھکایا جھک گیا۔ یہ وہ (مومن ہے) جسے دنیا میں بھی خوف پیش آئیں گے اور آخرت میں بھی۔ مگر آخرت میں اُس کی شفاعت کی جائیگی۔

(تفسیر صافی صفحہ ۱۱۴ بحوالہ کافی)

اس آیت سے یہ بھی ظاہر ہے کہ معیّت یعنی ساتھ رہنا ہے، نہ یہ کہ یہ شخص بالکل اُسی مرتبے پر فائز ہو جائے گا۔

www.drhasanrizvi.org

ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ۚ وَ (۷۰) یہ ہے (حقیقی) فضل وکرم جو
كَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيمًا ۝ اللہ ہی کی طرف سے ملتا ہے۔ اور
اللہ کا علم ایسے لوگوں کو جاننے اور نوازنے کے لیے بہت کافی ہے۔ (۷۰)

وہ لوگ جن پر اللہ کا حقیقی فضل وکرم ہوتا ہے

وہ لوگ جو خدا سے انعام پاتے ہیں اور

جن پر خدا کا حقیقی فضل وکرم ہوتا ہے، وہ نہ تو پیسے والے لوگ ہوتے ہیں اور نہ صاحبانِ حکومت، بلکہ وہ (۱) انبیاء ہوتے ہیں جن کو خدا ہدایت کا سرچشمہ بناتا ہے (۲) یا قول وفعل سے، دل وزبان سے اُن کی تصدیق کرنے والے صداقت پسند لوگ ہوتے ہیں جن کو صدّیقین کہا گیا ہے۔

ابو الائمہ حضرت امام علی بن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا: "اَنَا الصِّدِّيقُ الْاَكْبَرُ" "میں سب سے بڑا صدّیق ہوں" نیز

حضور اکرم صؐ نے ارشاد فرمایا: "اِس اُمّت کے بارہ امام (رہنما) ہوں گے جو میری بیٹی فاطمہؑ کی نسل سے ہوں گے"۔ خدا کا انعام پانے والا تیسرا گروہ شہداء کا ہے جو خدا اور رسولؐ کی اطاعت میں جان تک دینے پر تیار رہتے ہیں۔

اور چوتھا گروہ "صالحین" کا ہے جو اپنی پوری زندگی میں نیک رویّہ رکھے اور خدا اور رسولؐ کی اطاعت میں لگا رہے۔ ائمہ اہل بیتؑ نے فرمایا ہے: "جو ہم سے محبّت کرے گا

(باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

(پچھلے صفحے کا بقیہ) ہمارے غم میں غمگین اور ہماری خوشی میں خوش ہوگا اور عملاً ہماری پیروی کرے گا وہ "فِیْ دَرَجَتِنَا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ" قیامت کے دن ہمارے درجے میں ہوگا۔ (تحف العقول - بحار الانوار)

خدا اور رسولؐ کی اطاعت کرنا ہی انسان کی تکمیل کا راز ہے۔ اس اطاعت کے ذریعے انسان بزرگ ترین طبقات یعنی انبیاء، صدّیقین، شہداء اور صالحین کی معیّت میں ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی گذارتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ نبی بن جاتا ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جنّت میں ان عظیم افراد کے ساتھ ساتھ ہوگا۔ اس لیے اس آیت سے یہ نتیجہ نکالنا کہ نبوّت ختم نہیں ہوئی، بالکل غلط ہے۔ اگر خدا اور رسولؐ کی اطاعت سے انسان رسول بن جاتا ہوتا تو آیت میں "مَعَ" کا لفظ نہ ہوتا۔ جس کے معنی ہیں "ساتھ ساتھ" اور پھر آخر میں خدا کا یہ ارشاد فرمانا کہ "یہ لوگ بہترین ساتھی ہیں" صاف صاف بتاتا ہے کہ یہ شخص ان لوگوں میں شامل نہیں ہے، بلکہ ان کے ساتھ ساتھ ہے۔ (فصل الخطاب)

شاہ عبدالقادر صاحب نے لکھا: "نبی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی طرف سے وحی آئے۔ اور صدّیق وہ کہ جو (کچھ) وحی میں آئے، اُس پر گواہی دے۔ اور شہید وہ جن کو پیغمبر کے حکم پر ایسا یقین آیا کہ اُس پر وہ جان دیتے ہیں۔ اور نیک بخت (صالحین) وہ جن کی طبیعت نیکی پر پیدا ہوئی تھی (مگر وہ پورے نیک نہ رہ سکے) لیکن حکم برداری میں گنے جاتے ہیں تو اللہ بھی (انھیں) اُن کے ساتھ گنے گا" (موضح القرآن)

www.drhasanrizvi.org

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا (۷۱) حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ۝

اے ایمان لانے والو! اپنی حفاظت کا سامان (اسلحہ) پوری طرح تیار رکھو[1] اور پھر الگ الگ (دستوں میں) یا اکٹھے ساتھ ساتھ نکل پڑو۔

وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ (۷۲) فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ۝

اور بلاشبہ تم میں کچھ ایسے بھی ہیں جو نکلنے میں دیر کرتے ہیں۔ اور اگر تم پر مصیبت آپڑے تو کہتے ہو کہ: "مجھ پر تو اللہ کا بڑا احسان تھا کہ میں اُن کے ساتھ (جہاد میں) موجود نہ ہوا۔"[2]

دفاعی سامان بہرحال ضروری ہے

[1] "اپنی حفاظت کا سامان کرو" یعنی ہوشیار ہوجاؤ اور دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہوجاؤ۔ (تفسیر صافی ص ۱۱۴)

حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ اسلحہ کو "حِذْر" یعنی حفاظت کا سامان اس لیے کہا گیا ہے کہ اس سے خوف کھانے والا اپنا بچاؤ کرتا ہے۔" (تفسیر مجمع البیان)

[2] مراد وہ منافقین ہیں جو جہاد میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ یا جہاد سے (کسی طرح) بچ نکلتے تھے۔ (بیضاوی)

www.drhasanrizvi.org

وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝ (۷۳)

اور اگر اللہ کی طرف سے تم پر فضل و کرم ہو (یعنی فتح ہو جائے) تو وہ ضرور اس طرح بولے گا کہ جیسے تمہارے اور اُس کے درمیان کوئی محبت ہی نہ تھی کہ: "کاش میں اُن کے ساتھ ہوتا تو بہت ہی بڑی کامیابی حاصل کرتا۔"

منافقین کی دو رنگی سیرت کا اظہار

مطلب یہ ہے کہ اگر تم میں اور اِن منافقوں میں محبت ہوتی تو یہ تمہاری کامیابی کو اپنی کامیابی سمجھتے اور خود کو تم سے الگ نہ سمجھتے۔ اب کیونکہ تم مسلمانوں کو کامیابی ہوئی ہے اس لیے اِس پر ہاتھ ملتے ہیں کہ کاش ہم بھی مسلمانوں کے ساتھ ہوتے۔ اگر مسلمانوں کو فائدہ پہنچتا ہے تو پچھتاتا ہے اور فتح پانے پر حسد کرتا ہے۔ (موضح القرآن)

آیت میں منافقوں کی سیرت کی دو رنگی کو بتایا جا رہا ہے کہ جب مومنین پر کوئی مصیبت آتی ہے تو منافقین اپنی بے تعلقی کو فخر کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ بڑا اچھا ہوا ہم شریکِ جہاد نہ ہوئے۔ اور جب مسلمانوں کو فتح ہوتی ہے تو رشک کرنے لگتے ہیں کہ کاش ہم کو بھی مالِ غنیمت میں سے حصہ ملتا۔ (ماجدی)

www.drhasanrizvi.org

فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللهِ (۷۴) پس جو لوگ دُنیا کی پست ذلیل
الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيٰوةَ زندگی کو آخرت (کی ابدی عمدہ) زندگی
الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ؕ وَمَنْ کے بدلے بیچنا چاہتے ہیں، اُنھیں
يُّقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللهِ اللہ کی راہ میں جنگ کرنا چاہیے،
فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ (کیونکہ) جو بھی اللہ کی راہ میں جنگ
نُؤْتِيهِ اَجْرًا عَظِيمًا ۝ کرکے مارا جائے یا فتح پاجائے، تو
اُسے ہم بہت ہی بڑا اجر عطا کریں گے۔[ا]

شہید کا اجر بزبانِ رسول اکرمؐ

[ا] حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرینؑ کے ذریعے سے روایت فرمائی ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا: "ہر نیکی سے بڑھ کر دوسری نیکی ممکن ہے۔ یہاں تک کہ کوئی شخص راہِ خدا میں قتل ہوجائے، تو اِس سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں۔ شہید کے لیے خدا کی طرف سے سات منزلیں ہیں۔ (۱) جب اُس کے خون کا قطرہ زمین پر گرتا ہے تو خدا اُس کے کل گناہ معاف فرمادیتا ہے۔ (۲) جب اُس کا سر زمین پر گرتا ہے تو حور العین میں سے اُس کی ایک زوجہ کی گود میں گرتا ہے۔ وہ اُس کے چہرے سے غبار صاف کرتی ہے اور مرحبا کہتی ہے۔ اور شہید اُسے مرحبا کہتا ہے۔ (۳) جنّت کا لباس اُسے پہنایا جاتا ہے۔ (۴) خازنِ جنّت میں سے جن کے ہاتھ جو خوشبو آتی ہے اُسے لیکر

(باقی اگلے صفحے پر)

www.drhasanrizvi.org

(پچھلے صفحے کا بقیہ) اُس کے استقبال کے لیے آتے ہیں۔ (۵) وہ اپنی منزل اور ٹھہرنے کی جگہ کو فوراً دیکھ لیتا ہے۔ (۶) اُس کی روح سے کہا جاتا ہے کہ جنّت میں جس جگہ دل چاہے چلی جا۔ (۷) اُسے خدا کی حضوری حاصل ہوتی ہے۔ جو ہر نبی اور ہر شہید کے لیے باعثِ راحت و سکون ہے۔" (تفسیر صافی ص ۱۱۴ بحوالہ کافی)

جہاد فی سبیل اللہ کا تعلّق صرف دین داروں سے ہے غیروں سے نہیں

آیت میں صرف دو صورتوں میں اجر بیان کیا گیا ہے (۱) جہاد میں شہید ہونے پر (۲) یا دشمن کو بھگا کر فتح کرنے پر۔ دشمن کے سامنے ہتھیار ڈالنے یا میدان سے بھاگنے پر کوئی اجر نہیں۔ یہ تو حق کو کمزور کر دیتا ہے۔

آیت کے دوسرے معنی بھی کیے گئے ہیں۔ یعنی "وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑیں جو دُنیا کی زندگی کو آخرت کے عوض بیچ چکے ہیں"۔ اِس صورت میں آیت کا تعلّق تمام تر مومنینِ مخلصین سے ہوگا جو اپنی ہر دُنیوی نعمت کو خدا کی رضا پر قربان کرنے کو تیّار رہتے ہیں۔ مفسّرین نے دونوں پہلو مراد لیے ہیں۔ (کشّاف، معالم، تفسیر کبیر)

آیت میں دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اللہ کی راہ میں لڑنا اور جان دینا دُنیا طلب لوگوں کا کام نہیں ہوتا۔ اللہ کی راہ میں جان بس وہی لوگ دے سکتے ہیں جو اللہ کی رضامندی یا آخرت کے عظیم اجر ہی کو اصل کامیابی سمجھتے ہوں۔ گویا جنھیں خدا اور آخرت پر پورا یقین ہو اور دُنیا کو اور دُنیا کے مفادات اور زندگی کو خدا کی رضامندی حاصل کرنے کیلئے قربان کر سکیں۔ دنیا دار لوگوں کا یہ راستہ نہیں ہوتا۔ (تفہیم)

www.drhasanrizvi.org

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ (۷۵)
سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ
مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ
الْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ
رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ
الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ
وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ
وَلِيًّا ۙۚ وَّ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ
لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ۝ؕ

اور آخر تم اللہ کی راہ میں اُن کمزور اور بے بس مرد، عورتوں اور بچّوں (کو بچانے) کی خاطر جنگ کیوں نہیں کرتے، جو فریاد کر رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو اس بستی سے نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے کوئی ہمارا حامی، مددگار یا اپنی بارگاہ سے ہمارا سرپرست و ناصر بنا دے۔ (۷۵)

مظلوم اور کمزور مسلمانوں کی نصرت کیلئے جہاد

آیت سے از خود واضح ہو گیا کہ جہاد اور قتال کی اجازت مشرکین کی طرف سے ظلم کرنے اور جنگ کے آغاز کرنے کے بعد ملی تھی۔ جیسا کہ خود خدا نے فرمایا: "جن لوگوں سے جنگ کی جا رہی ہے، انھیں اب مقابلے کی اجازت دی جاتی ہے۔" اِس سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ ظلم اور جبر میں گھرے ہوئے مسلمانوں کی طرف سے تقاضا تھا کہ انھیں اجازتِ جنگ دی جائے۔ کیونکہ اُن کو پہلے جنگ سے روکا گیا تھا۔

(باقی اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ۝ (۷۶)

جن لوگوں نے ایمان کا راستہ اختیار کیا ہے وہی اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں۔ اور جنھوں نے کفر اختیار کیا ہے وہ "طاغوت" (یعنی شیطانی سرکش حکومت کیلئے لڑتے ہیں لیس تم شیطان کے ساتھیوں سے لڑو ۱ یقین جانو کہ شیطان کی چالیں بہت کمزور ہوا کرتی ہیں۔ (۷۶)

ع

(پچھلے صفحے کا بقیہ) آیت میں ظالم سے مراد مکّہ والے ہیں۔ مکّے والے تین ۳ معنی میں ظالم تھے ایک اس معنی میں کہ وہ کمزور مسلمانوں پر ظلم ڈھا رہے تھے اور اس طرح خود ہی اپنی جانوں پر بھی ظلم کررہے تھے، اس لیے کہ سخت ترین دائمی عذابِ الٰہی کے مستحق بن رہے تھے۔ تیسرے یہ کہ وہ شرک جیسا ظلمِ عظیم بھی کررہے تھے۔ (بحر، تفسیر کبیر، روح المعانی)

آیت (۷۵) کے الفاظ تک بتا رہے ہیں کہ ظالموں کے ہاتھوں عورتیں اور بچّے تک محفوظ نہ تھے۔ "ولی" ایسے دوست کو کہتے ہیں جو ہمدرد ہو اور مصیبت میں ساتھ دے۔ اور "نصیر" یعنی مددگار ایسے حامی کو کہتے ہیں جو مصیبت یا ظلم سے نجات دلاسکے۔ (امام راغب)

اسلامی جہاد اور جہانگیری جنگ میں فرق

۱ یہ اللہ کا دوٹوک فیصلہ ہے کہ اللہ کی راہ میں اس لیے جہاد کرنا کہ زمین پر اللہ کا دین اور قانون چلے، صرف سچے مومن کا کام ہے۔ اور طاغوت کی راہ میں

www.drhasanrizvi.org

لڑنا جھگڑنا اس لیے کہ خدا کے باغیوں کا راج ہو، یہ کافروں، بے ایمانوں اور دنیا طلب لوگوں کا کام ہے۔

دوسری بات اِس آیت سے یہ معلوم ہوئی کہ طاغوتی اور شیطانی قوتیں اور اُس کے ساتھی بڑی تیاری، بڑی دھوم دھام سے اُٹھتے ہیں، زبردست چالیں چلتے ہیں، لیکن اہلِ ایمان کو اُن کی چالوں سے مرعوب نہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ آخر کار اُن کو ابدی اور حقیقی ناکامی کا منہ دیکھنا ہے (تفہیم)

اِس آیت نے اور اِس سے پہلے والی آیت نے اسلامی جہاد اور دُنیا جہان والوں کی جنگوں کا بنیادی فرق بتا دیا۔ یعنی مسلمان ملک گیری اور مالِ غنیمت کے لیے تلوار نہیں اُٹھاتا۔ نہ وہ اپنی قوم کی برتری منوانا چاہتا ہے، نہ تجارتی منڈیاں حاصل کرنا چاہتا ہے بلکہ وہ مظلوموں کو ظلم و ستم سے چھڑانے کے لیے اور رنگ نسل کی جھوٹی برتری کو مٹانے کیلئے بھی کلمۂ توحید کی سربلندی کے لیے تلوار اُٹھاتا ہے بقول اقبال

؎ شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن ؛ نہ مالِ غنیمت، نہ کشور کشائی

طاغوت پرستی کا ترجمہ، نفس پرستی سے کیا جائے تو اُردو میں اس کا مفہوم زیادہ واضح ہو جائے گا۔ نفس پرستی میں قوم پرستی، نسل پرستی، رنگ پرستی، وطن پرستی، توسیع پسندی جیسے بظاہر خوشنما تصورات شامل ہیں۔ پھر جو جنگیں اِن گھٹیا مقاصد کے لیے کی جاتی ہیں اُن کا جائزہ لیں تو پتہ چلے گا کہ انتہائی شقاوت، سنگدلی، فریب، ظلم و ستم اور حرامکاری کی بھیانک مثالیں ملیں گی، جیسے کشمیر اور بوسینا اور فلسطین میں آج مسلمانوں کے ساتھ ظلم و ستم روا رکھا گیا، اِس قسم کی تمام کارروائیاں طاغوتی جنگیں ہیں۔

(ماجدی)

www.drhasanrizvi.org

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ قِيۡلَ (۷۷) تم نے اُن لوگوں کو بھی دیکھا جن سے
لَهُمۡ كُفُّوۡۤا اَيۡدِيَكُمۡ کہا گیا تھا کہ تم اپنے ہاتھ (ابھی جنگ سے)
وَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا روکے رکھو اور نماز پڑھتے رہو اور
الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيۡهِمُ زکوٰۃ دیتے رہو۔ پھر جب اُن پر جنگ
الۡقِتَالُ اِذَا فَرِيۡقٌ مِّنۡهُمۡ کرنا فرض کیا گیا تو اُن میں سے ایک
يَخۡشَوۡنَ النَّاسَ كَخَشۡيَةِ گروہ کا تو یہ حال ہے کہ وہ لوگوں سے
اللّٰهِ اَوۡ اَشَدَّ خَشۡيَةً ۚ وَ اِس طرح ڈر رہے ہیں کہ جیسے خدا سے
قَالُوۡا رَبَّنَا لِمَ كَتَبۡتَ عَلَيۡنَا ڈرنا چاہیے، بلکہ اُس سے بھی کہیں زیادہ۔
الۡقِتَالَ ۚ لَوۡلَاۤ اَخَّرۡتَنَاۤ اِلٰٓى وہ کہہ رہے ہیں کہ: ہائے اللہ! ہم پر
اَجَلٍ قَرِيۡبٍ ؕ قُلۡ مَتَاعُ لڑائی لڑنا کیوں فرض کر دیا گیا؟ کیوں
الدُّنۡيَا قَلِيۡلٌ ۚ وَالۡاٰخِرَةُ نہ ہمیں ابھی کچھ اور مہلت دے دی گئی؟
خَيۡرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۫ وَلَا تُظۡلَمُوۡنَ اُن سے کہو کہ یہ دُنیا کا ساز و سامان تو
فَتِيۡلًا ۝ بہت ہی تھوڑا ہے اور آخرت تو فرائض
الٰہیہ کو ادا کرنے والوں کیلئے بہت ہی بہتر ہے اور وہاں تم پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہ کیا جائیگا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آیت میں "جن سے یہ کہا گیا تھا کہ تم اپنے ہاتھوں کو جنگ سے روکو" سے مراد وہ لوگ ہیں جو امام حسن علیہ السلام کے ساتھ

www.drhasanrizvi.org

تھے۔ اُن کے لیے یہ حکم تھا کہ اپنے ہاتھ روک لو۔ اور جناب امام حسین علیہ السلام کے ساتھ جو لوگ تھے اُن پر قتال واجب تھا۔ (تفسیر صافی ص۱۱۴ بحوالہ کافی)

حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ "خدا کا ارشاد فرماتا کہ "اپنے ہاتھوں کو جنگ سے روکو" یعنی کیا تم اس پر راضی نہیں کہ نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور جنّت میں داخل ہو جاؤ۔" (تفسیر صافی ص۱۱۴ بحوالہ کافی)

(یاد رہے کہ یہ حکم غیبتِ امامؑ میں اُس وقت کے لیے ہوتا ہے جب حاکمِ جور کی حکومت ہو اور اُس کے خلاف کچھ کرنا ممکن نہ ہو۔)

حضرت ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا "خدا کی قسم! تم ہی اس آیت کے اہل ہو۔" (تفسیر صافی ص۱۱۴ بحوالہ کافی)

غرض اس آیت کے تین۳ مفہوم ہیں اور تینوں درست ہیں۔

(۱) یہ کہ یہ لوگ پہلے تو ظالموں سے جنگ کرنے کے لیے بے تاب تھے۔ بار بار کہتے تھے کہ ہم پر ظلم کیا جا رہا ہے۔ آخر ہم کب تک صبر کریں؟ اُس وقت اُن سے کہا جاتا تھا کہ ابھی صبر کرو نماز اور زکوٰۃ سے اپنے نفس کی اصلاح کرلو۔ تو اُن کو ہمارا یہ حکم ناگوار تھا۔ اب جو لڑائی کا حکم دے دیا گیا تو اُن میں کے اکثر لوگ دشمنوں کی تعداد دیکھ دیکھ کر سہمے چلے جا رہے ہیں۔

(۲) دوسرا مفہوم یہ ہے کہ جب تک ان سے نماز و زکوٰۃ رسمی عبادتوں کا مطالبہ تھا جنہیں کوئی خطرہ نہ تھا، تب تک یہ لوگ بڑے ایمان والے عبادت گذار بنتے تھے۔ مگر اب جو حق کی خاطر جان دینے کا حکم آیا تو اُن پر لرزہ طاری ہے۔

(باقی اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

(پچھلے صفحے کا بقیہ) (۳) تیسرا مفہوم یہ ہے کہ جاہلیت کے دور میں جب لوٹ کھسوٹ اور نفسانی لڑائیوں کے موقعوں پر تو اِن کی تلوار ہر وقت نیام سے نکلی رہتی تھی۔ اُس وقت جب اُن سے تلوار روکنے اور نماز و زکوٰۃ سے اپنے نفس کی اصلاح کرنے کا حکم دیا گیا تو وہ اُن کو ناگوار تھا۔ اب جو خدا کی راہ میں حق کی سربلندی کے لیے اِنھیں تلوار اُٹھانے کا حکم دیا گیا تو جو نفس کی خاطر لڑنے میں بڑے شیر دل تھے وہی خدا کی خاطر لڑنے میں سخت بُزدل بنے ہوئے ہیں۔ وہ دست شمشیر زن جو پہلے نفس اور شیطان کی راہ میں بڑی تیزی دکھاتا تھا، اب خدا کی راہ میں شل ہوا جاتا ہے۔ (تفہیم)

اِس آیت کے بعد بھی اگر کوئی یہ سمجھے کہ ہر مسلمان جس نے رسولؐ کو دیکھا ہے صحابی کہلانے کا مستحق ہے اور وہ اس قابل ہے کہ اُس کی پیروی کی جائے، عقل دشمنی کے مترادف ہے۔

خدا کا یہ فرمانا کہ "کیا تم نے نہیں دیکھا" کا مطلب یہ ہے کہ خدا کسی منزل پر ہماری آنکھوں کو بند رکھنا پسند نہیں کرتا، وہ یہی چاہتا ہے کہ ہم دیکھیں، پرکھیں، پوری پوری طرح جانچ پڑتال کے بعد کسی کو اپنا رہنما و رہبر بنائیں، آنکھ بند کر کے کسی کے پیچھے پیچھے چل کھڑے ہونا اور اس کو تقدس مآب مان لینا خدا کو پسند نہیں۔ (فصل الخطاب)

خدا کا یہ فرمانا کہ "دھاگے کے برابر (یعنی فَتِیْلًا) بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔" تو عربی میں فتیلًا یا نصیرًا تحقیر و تصغیر کے اظہار کے لیے آتا ہے جیسے: "رتّی بھر" "رائی کے برابر" "ذرّہ بھر" وغیرہ (امام راغب)

www.drhasanrizvi.org

اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ	(۷۸) تم جہاں کہیں بھی ہو، موت تو تمھیں
الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ	پا کر ہی رہے، چاہے تم مضبوط قلعوں
مُّشَيَّدَةٍ ؕ وَاِنْ تُصِبْهُمْ	ہی کے اندر کیوں نہ بند ہو جاؤ۔ اگر ان کو
حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ	کوئی فائدہ پہنچتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ تو
عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ	اللہ کی طرف سے ہے۔ اور اگر کوئی
سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ	نقصان پہنچتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ
عِنْدِكَ ؕ قُلْ كُلٌّ مِّنْ	آپؐ کی وجہ سے ہوا۔ آپؐ کہیے کہ سب کا
عِنْدِ اللّٰهِ ؕ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ	سب اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ آخر
الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ	ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ کوئی بات
يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ۝	ان کی سمجھ ہی میں نہیں آتی۔ (۷۸)

موت کے لیے کسی جگہ کی قید نہیں

آیت میں ان مسلمانوں سے جو جنگ سے بچ رہے تھے کہ کہیں مارے نہ جائیں، کہا جا رہا ہے کہ اگر تمہیں موت آنا ہی ہے تو گھروں میں کیا، قلعوں کے اندر بھی ہو گے تو بھی موت آکر رہے گی۔ اس لیے موت سے بچنا ممکن ہی نہیں ہے۔ (تبیان)

امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا: "جب موت آنا ہی ہے اور موت سے فرار ممکن ہی نہیں تو پھر یہ کیوں نہ ہو کہ موت خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے آئے تاکہ

(باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

(پچھلے صفحے کا بقیہ) شہادت کا مرتبہ حاصل ہو جاتے۔ جب جان دینی ہی ہے تو پھر خدا کی راہ میں کیوں نہ دی جاتے ؟" (نہج البلاغہ)

خدا کی کتاب میں حسنات اور سیّأت دو طرح کے ہیں

جناب ابوجعفر امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ:

جناب رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا کہ: "خدا کی کتاب میں حسنات دو طرح ہیں: (۱) صحت، سلامتی، وسعتِ رزق۔ (۲) افعال کی نیکی۔ جیساکہ خدا ارشاد فرماتا ہے کہ "جو ایک نیکی کرے گا اُس کو دس گنا ثواب ملے گا"۔

اسی طرح بُرائیاں بھی دو طرح کی ہیں۔ (۱) خوف، مرض، سختی۔ (۲) بُرے کام۔ جن کے سبب سے عذاب دیا جائے گا۔ (تفسیر صافی بحوالہ تفسیر قمیؒ)

اس آیت پر شاہ عبدالقادر صاحب نے تو یہ لکھا "یہ منافقوں کا ذکر ہے کہ اگر تدبیر جنگ راست آئی (یعنی تدبیر کامیاب ہوئی) اور فتح اور غنیمت ملی تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہوئی۔ یعنی اتفاقاً بن گئی۔ آنحضرتؐ (مراد جناب رسولِ خداؐ) کی تدبیر کے قائل نہ ہوتے تھے۔ اور اگر (جنگ) بگڑ گئی تو الزام رکھتے تھے آنحضرتؐ کی تدبیر پر۔ اللہ صاحب نے فرمایا کہ یہ سب اللہ کی طرف سے ہے۔ یعنی پیغمبرؐ کی تدبیر اللہ کا الہام ہے (اس لیے) غلط نہیں"۔ (موضح القرآن)

محققین نے نتیجہ نکالا کہ رسولؐ کا کوئی عمل اپنی ذاتی رائے سے نہیں ہوتا۔ ہر کام وحی سے ہوتا ہے اس لیے اگر فتح اللہ کی طرف سے سمجھتے ہو تو شکست کو بھی اللہ کی طرف سے سمجھو۔ خدا اور رسولؐ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے پر شکست کے ذمے دار تم خود ہو گے۔ (ملخص از فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.org

مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ (۷۹) تجھے جو بھی بھلائی حاصل ہوتی ہے
فَمِنَ اللّٰهِ ۫ وَمَآ اَصَابَكَ وہ اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ اور تجھ
مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ پر جو بھی برائی آپڑتی ہے وہ خود تیرے
وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ؕ (اپنے برُے کاموں کے) سبب سے ہوتی ہے
وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝ اور ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے
رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اور اس بات پر خدا کی گواہی بہت کافی ہے۔ (۷۹)

حسنات اللہ کی طرف سے اور برائیاں بداعمالیوں کا نتیجہ

اِس آیت میں خدا نے پھر وضاحت فرمادی کہ جو فائدہ ہو وہ بھی اللہ کی طرف سے ہے اور جو نقصان ہو وہ بھی اللہ کی طرف سے ہے۔ یعنی اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی نقصان یا برائی ہمیں نہیں پہنچ سکتی۔ یہ بات بالکل غلط ہے کہ اچھائی تو اللہ کی طرف سے ہے اور برائی رسول کے ہاتھوں سے ہے۔ کیونکہ اللہ اور رسول کے کاموں میں کوئی فرق ہی نہیں۔ حاصلِ کلام یہ ہے کہ تمھیں جب فتح ملتی ہے تو وہ خدا اور رسول کے احکام پر عمل کرنے کی وجہ سے ملتی ہے، اور شکست اس لیے ملتی ہے کہ تم اللہ اور رسول کے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہو۔ جیسا کہ میدانِ اُحد میں تم نے رسول کا کہا نہ مانا۔ جس جگہ تیر اندازوں کو مقرر کیا تھا وہ اُس گھاٹی سے مالِ غنیمت لوٹنے کی خاطر اُتر آئے۔ نیز تم سے میدان میں جمے رہنے کو کہا تھا، مگر تم بھاگ کھڑے ہوئے

(باقی اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

(پچھلے صفحے کا بقیہ) اِس سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں کو جو نقصان پہنچتا ہے، وہ خدا اور رسولؐ کے ہاتھوں نہیں، بلکہ مسلمانوں ہی کی غلطیوں کے نتیجے میں نقصان پہنچتا ہے۔

(تفسیر ابنِ عبّاسؓ والحسن از تفسیر تبیان)

آیت کے مخاطَب تمام بنی نوعِ انسان ہیں۔ (بحر۔ روح المعانی)

یاد رہے کہ صالحین اور نیک لوگوں کو جو حوادث اور مصائب پیش آتے رہتے ہیں، وہ امتحاناً ہوتے ہیں۔ اِس لیے وہ صرف صورتاً مصائب ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں اُن کے بلندیٔ مراتب کا ذریعہ ہوتے ہیں، اس لیے خدا کی رحمت ہوتے ہیں۔ وہ بُرے کام کرتے ہی نہیں، اِس لیے اُن کی بلاؤں کو بُرائیوں کا ثمرہ کہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ لوگ اُس آیت کے مصداق ہیں جس میں خدا نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ: "وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ ...... رٰجِعُوْنَ ۝ (البقرۃ ۲ آیت ۱۵۵)

یعنی "ہم ضرور اُن کو آزمائیں گے (یا امتحان لیں گے) کچھ خوف سے، کچھ بھوک سے، کچھ مالوں کے نقصان جانوں کے نقصان اور ثمرات (مراد اولاد) کے نقصان سے۔ تو اُن صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دو کہ جب اُن پر مصیبت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں۔ "ہم بلاشبہ اللّٰہ ہی کے لیے ہیں اور ہمیں یقیناً اللہ ہی کی طرف لوٹ جانا ہے۔" یہی وہ لوگ ہیں کہ جن پر اُن کے مالک کی خاص الخاص رحمتیں ہیں، صلواتیں ہیں اور رحمت ہے اور یہی لوگ وہ ہیں جو ہر طرح کی بہترین اور مکمل بھرپور کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔" (سورۃ البقرۃ ۲ آیت ۱۵۵ کا ترجمہ)

اس آیت میں "ارسلنٰک للناس" "یعنی ہم آپؐ کو تمام انسانوں کی طرف پیغمبرؐ بنا کر بھیجا ہے" اس سے آپؐ کی عالمگیر رسالت ثابت ہوتی ہے۔ (روح۔ ابو مسعود)

www.drhasanrizvi.org

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ (۸۰) اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۝

جس کسی نے بھی رسول کی اطاعت کی اُس نے درحقیقت خدا کی اطاعت کی۔ اور جس کسی نے منھ پھرایا، تو ہم نے بھی آپ کو اُن لوگوں پر کوئی نگراں (ٹھیکیدار) یا محافظ بنا کر نہیں بھیجا ہے۔ (۸۰)

رسولؐ کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے

حضرت ابو جعفر امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا: "چوٹی کی بات اور معاملات کی کنجی اور تمام چیزوں کا دروازہ اور خدا کی رضامندی یہ ہے کہ امام کو پہچان کر اُس کی اطاعت کی جائے۔ اِس لیے کہ خدا نے فرمایا ہے کہ " جو کوئی بھی رسولؐ کی اطاعت کرے گا اُس نے یقیناً خدا کی اطاعت کی۔" اس کی وجہ یہ ہے کہ رسولؐ جس چیز کو پہنچانے والا ہے، امامؑ اُس کی اشاعت اور حفاظت کرنے والا ہے (اس لئے امامؑ کے بغیر رسولؐ کی اطاعت کرنا ممکن ہی نہیں)" (تفسیر صافی ص ۱۱۵ بحوالہ تفسیر عیاشی)

نتیجہ ۱: امام رازی نے نتیجہ نکالا کہ آیت رسولؐ کی عصمت کی بالکل واضح طور پر بیان کر رہی ہے کہ اگر رسولؐ سے ذرا سا بھی خطا کا یا اپنی مرضی سے کسی کام کرنے کا امکان ہوتا تو اُنکی اطاعت عین خدا کی اطاعت کیسے قرار پاتی۔ (تفسیر کبیر)

نتیجہ ۲: فقہاء نے اس آیت سے نتیجہ نکالا کہ رسولؐ کی نافرمانی سو فیصد خدا کی نافرمانی ہے (جصاص)

"گفتۂ او گفتۂ اللہ بود ※ گرچہ از حلقومِ عبداللہ بود"

(مولانا روم)

www.drhasanrizvi.org

وَيَقُولُونَ طَاعَةٌ ۚ فَإِذَا بَرَزُوا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ غَيْرَ الَّذِي تَقُولُ ۖ وَاللَّهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُونَ ۖ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ﴿٨١﴾

اور وہ زبان سے تو "اطاعت اور فرمانبرداری" کا دعویٰ کرتے ہیں، مگر جب تمہارے پاس سے باہر نکلتے ہیں تو اُن میں سے ایک گروہ خود اپنے کہے کے خلاف باتیں (اپنے دلوں میں) چھپائے ہوتا ہے (مگر) اللہ اُن کی اُن تمام باتوں کو لکھتا جاتا ہے جو وہ چھپائے ہوتے ہیں۔ لہٰذا آپ اُن کی پرواہ نہ کیجیے اور اللہ ہی پر بھروسہ کیجیے کیونکہ اللہ بھروسے اور مدد کے لیے بہت کافی۔ (۸۱)

اللہ نے منافقوں کی پول کو طشت ازبام کیا ہے

یہ منافقین کا ذکر ہے۔ (ابنِ عباسؓ)

اصل میں "بیات" کے معنیٰ "شام کے وقت کے ہوتے ہیں لیکن کیونکہ شام کو اندھیرا ہوتا ہے اور اُسی وقت خفیہ منصوبے بنائے جاتے ہیں۔ اِس لیے اِس کے دوسرے معنیٰ "خفیہ منصوبے بنانا ہے۔

(تبیان - مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.org

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۝ ۸۲

(۸۲) تو کیا یہ لوگ قرآن پر غور ہی نہیں کرتے ؟ اگر وہ (قرآن) اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ اُس میں بہت کچھ اختلاف (تضاد اور دورنگی) پاتے۔ (۸۲)

قرآن میں غور و فکر کی تاکید

خدا کا قرآن پر غور کرنے کی دعوت دینے سے ثابت ہوا کہ قرآن کا ظاہری اور سطحی مفہوم تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ البتہ یہ بات اور ہے کہ قرآن کی حقیقی تفسیر اور متشابہات کی حقیقی تاویل معصوم کے بغیر معلوم نہیں ہو سکتی۔ (تبیان و فصل الخطاب)

قرآن اللہ ہی کا کلام ہے

مطلب یہ ہے کہ اگر قرآن خدا کا کلام نہ ہوتا تو اس میں اور اُس کے معنی میں تضاد یا تناقض پایا جاتا۔ اُس کے الفاظ کی بندش میں فرق اور نقص ہوتا۔ اور اُس کے بعض حصّے دوسرے حصّوں کے مقابلے میں فصاحت کے لحاظ سے کم درجہ ہوتے اور بہت سی باتیں حقیقت کے مطابق نہ ہوتیں۔ اور اسی طرح کے اور اختلافات بھی ہوتے۔ (تفسیر صافی ص ۱۱۵)

یہاں اختلاف سے مراد تضاد ہے۔ (جلالین)

مطلب ہے کہ کسی شخص کا پورا کلام فصاحت و بلاغت کی ایک ہی سطح کے مرتبہ کمال پر نہیں ہو سکتا لیکن یہ خدا کا کلام ہے جو پور کا پورا ایک ہی سطح کے مرتبۂ کمال پر فائز ہے اور اس میں تضاد بھی نہیں۔

(مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.org

وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ (۸۳) اور جب اُن کے پاس کوئی بھی
الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا اطمینان بخش یا خوفناک یا پریشان کن
بِهٖ ؕ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ خبر آتی ہے تو اُسے (فوراً) پھیلا کر مشہور
وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ کر دیتے ہیں۔ حالانکہ اگر وہ اُس خبر کو
لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ رسولؐ اور اُن لوگوں تک لوٹائیں جو
مِنْهُمْ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ اُن میں حکومت کے اہل یا حقدار ہیں تو وہ
عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ لوگ اُس خبر کی تہ تک پہنچ جانے کی
الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۸۳ صلاحیت رکھتے ہیں[ا]۔ اور اگر تم پر اللہ کا
فضل و کرم اور اُس کی رحمت نہ ہوتی تو تھوڑے سے آدمیوں کے سوا تم سب کے سب
شیطان کے پیچھے پیچھے چل دیے ہوتے۔ ______ (۸۳)

"اولی الامر" یعنی بات کی تہ تک پہنچ جانے والے ائمہ معصومین ہیں

[ا] "جو بات کی تہ تک پہنچ جاتے" کے سلسلے میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ (اولین معنی میں) "یہ استنباط کر کے بات کی تہ تک پہنچ جانے والے ائمہ معصومین علیہم السلام ہیں۔" (تفسیر صافی ص ۱۱۵ بحوالہ الجوامع)

حضرت ابوالحسن امام علی رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ "بات کی تہ تک پہنچ جانے والوں" سے مراد آلِ محمدؐ ہیں جو قرآن مجید سے استنباط کرتے ہیں اور حلال اور حرام کو پہچانتے ہیں

www.drhasanrizvi.org

اِس لیے وہی اللہ کی مخلوق پر خدا کی حجت ہیں۔" (تفسیر عیاشی)

حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ "جس نے خدا کی ولایت اور خدا کے علم سے استنباط کرنے والوں کو انبیاءؑ کے گھروں کے سوا کسی اور جگہ قرار دیا، اُس نے خدا کے حکم کی مخالفت کی۔ اُس نے جاہلوں کو اولوالامر سمجھا جو خود بھی ہدایت یافتہ نہیں۔ اُن جاہلوں کو اپنا ہادی مانا اور سمجھ لیا کہ وہ علمِ خدا سے استنباط کرنے والے ہیں۔ حقیقتاً اُنھوں نے خدا پر بہتان باندھا اور اِس طرح حکمِ خدا اور اطاعتِ خدا سے دور ہو گئے۔ اور فضلِ خدا کو جہاں خدا نے مقرر کیا تھا، وہاں قائم نہ رکھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور اپنے ماننے والوں کو بھی گمراہ کیا۔ قیامت کے دن خدا کے سامنے اُن کی کوئی حجت یا دلیل نہ چل سکے گی۔" (اکمال الدین)

جنگ کے دوران بہت سی ایسی باتیں ہوتی ہیں جن کا مشہور کر دینا مناسب نہیں ہوتا لیکن بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کے پیٹ میں کوئی بات رُک ہی نہیں سکتی۔ اِس لیے حکم دیا جا رہا ہے کہ "جو خبر بھی سنو اُس کو دوسروں کے سامنے بیان نہ کردو۔ صرف ذمّے دار افراد کو جا کر بتاؤ تاکہ وہ استنباط کر سکیں کہ حقیقت کیا ہے اور اِس مسئلے کا حل کیا ہے۔ وہ ذمّے دار اشخاص اوّلین معنی میں رسولؐ ہیں یا پھر ائمہ معصومینؑ۔ (تفسیر تبیان)

امام رازی نے لکھا کہ اِس آیت سے مندرجہ ذیل باتیں اور ثابت ہوئیں:

(۱) نئے نئے مسائل کو نص سے نہیں، اجتہاد سے حل کیا جائے گا۔ (۲) استنباط یعنی بات کی تہ کو پہنچ کر نتیجے نکالنا بھی ایک شرعی حجت ہے۔ (۳) عام لوگوں کو فقہی مسائل میں اہلِ علم کی تقلید کرنا واجب ہے۔

(تفسیر کبیر)

www.drhasanrizvi.org

فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا (۸۴) پس اللہ کی راہ میں جنگ کیجیے
تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ (مگر) آپؐ پر اپنے نفس (ذات) کے
الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ اَنْ سوا کسی اور کی ذمّے داری نہیں۔
يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ (البتّہ) ایمانداروں کو لڑنے پر آمادہ
وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ کیجیے۔ بہت ممکن ہے کہ خدا کافروں کے
تَنْكِيْلًا ۝۸۴ زور کو توڑ دے۔ کیونکہ اللہ کی طاقت
سب سے زیادہ زبردست اور اُس کی سزا سب سے زیادہ سخت ہے۔ ۱؎ (۸۴)

اللہ کا اپنے رسولؐ کی دلجوئی کا انداز ۱؎ آیت کا لب و لہجہ ہی صاف بتا رہا ہے کہ عام مسلمانوں کی بیوفائی سے رسولؐ سخت بددل ہو چکے ہیں۔ اُس پر خدا اپنے رسولؐ کی دلجوئی فرما رہا ہے کہ آپؐ پر دوسروں کی ذمے داری نہیں۔ آپؐ فقط اپنے عمل کے ذمّے دار ہیں۔ (مجمع البیان)
اِسی لیے روایت میں ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے اس کے بعد اعلان فرمادیا کہ "اگر کوئی شخص بھی میرا ساتھ نہ دے گا تو بھی میں اکیلا جہاد پر روانہ ہو جاؤں گا۔" (جلالین)
محقّقین نے نتیجہ نکالا کہ رسولؐ مسلمانوں کی رائے مشورے یا رائے عامّہ کا پابند نہیں (فصل الخطاب)
"عسٰی" یعنی "عجب نہیں" (کہ خدا کافروں کا زور روک دے) جب خدا نے اس لفظ عسٰی کو استعمال فرمایا ہے تو اس کے معنی "عجب نہیں" یا "اُمید ہے" نہیں رہتے۔ بلکہ اس کے معنی وعدے یا یقین کے ہو جاتے ہیں۔ (ابنِ عباسؓ، قرطبی)

www.drhasanrizvi.org

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً (۸۵) جو بھی اچھائی (یا بھلائی) کی
يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ سفارش کرے گا' اُسے اُس میں
وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً سے حصہ ملے گا۔ اور جو بُرائی کی
يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ۗ وَ سفارش کرے گا' وہ اُس میں سے
كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حصہ پائے گا۔ اور اللہ تو ہر چیز
مُّقِيْتًا ۝۸۵ پر قادر اور ہر چیز پر نظر رکھنے والا ہے۔

اچھے یا بُرے کام کی سفارش کرنے والا اللہ کی نظر میں

آیت کا مقصد یہ ہے کہ کسی بھی اچھے کام کی سفارش کرنا بہت اچھا کام ہے۔ اس طرح آدمی نیک کام کے ثواب میں شریک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی انسان کسی دوسرے انسان کو کسی بُرے کام پر اُبھارے تو یہ بہت بُری بات ہے اس طرح اُبھارنے والا بھی بُرے کام کی سزا میں برابر کا شریک ہوگا۔

شاہ عبدالقادر صاحب نے لکھا "کوئی محتاج کی سفارش کر کے دولتمند سے کچھ دلوا دے (تو) یہ بھی شریک ہوا ثوابِ خیرات میں۔ اور جو کافر یا مفسد کو سفارش کر کے (قید خانے یا سزا سے) چھڑا دے تاکہ پھر وہ فساد کرے (تو) یہ بھی شریک ہوا اُس فساد میں"۔ (موضح القرآن)

اس آیت کا پچھلی آیت سے ربط یہ ہے کہ خدا رسولؐ سے فرما رہا ہے کہ آپؐ مومنین کو جہاد پر آمادہ کرتے رہیئے۔ یہ خیال نہ کیجیے کہ جب یہ عمل ہی نہیں کرتے تو سمجھانے سے فائدہ کیا؟ کیونکہ وہ عمل کریں یا نہ کریں اچھائی کے کاموں کی طرف رغبت دلانے کا ثواب تو آپؐ کو بہر حال ملے ہی گا۔ (تفسیر تبیان)

www.drhasanrizvi.org

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ۸۶

(۸۶) اور جب تمھیں سلام کیا جائے تو تم اُس سے بہتر طریقے پر سلام (احترام) کرو۔ یا کم از کم اُسی طرح کا سلام (جواباً) پلٹا دو۔ (اور) یقیناً اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے ؎

سلام کرنے کا اسلامی طریقہ

؎ اِسلام میں سلام کرنا سنّت ہے مگر سلام کا جواب دینا واجب ہے۔ جواب بہتر دینا چاہیے۔ یعنی اگر کوئی سَلَامٌ عَلَیْکُمْ کہے تو جواب میں" وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ " کہا جائے۔ اور اگر کوئی سَلَامٌ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ کہے تو جواب میں" وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ کہے۔ اور اگر کوئی سلام کے ساتھ رحمت اور برکت دونوں بھیج دے تو دوسری کوئی دعا بھی کرے لیکن کم سے کم اُس کے الفاظ ہی کو واپس کردے، اضافہ (کرنا سلام کے جواب میں) سنّت ہے۔ (جلالین ۔فصل الخطاب ۔ تبیان)

سلام کرنے والا اگر مسلمان ہے تو اُس کا جواب زیادتی کے ساتھ دینا بہتر ہے اور اگر غیر مسلم سلام کرے تو اُسی کے الفاظ دُہرائے جانے چاہئیں۔ (ابن عباسؓ)

اہلِ عرب جب آپس میں ملتے تھے تو سلام کے لفظ کو صرف بطور دعا استعمال کرتے تھے۔ اسلام نے اس کو باقاعدہ سلام کے معنی دے دیے۔ (تفسیر کبیر)

www.drhasanrizvi.org

سورۃ الانعام میں ہے کہ "جب تمھارے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے ہیں تو اُن سے کہو "سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ" تمھارے پروردگار نے اپنے اوپر رحمت کو فرض قرار دیا ہے۔"

سورۃ النور میں ہے کہ "جب تم گھروں میں داخل ہو تو اپنے اوپر سلام بھیجو۔ یہ اللہ کی جانب سے بہترین، طیب اور برکت والا تحفہ ہے۔"

(وضاحت): اِس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب تم دوسرے لوگوں کے گھروں میں داخل ہو تو سلام کرو۔ اگر اُس گھر میں کچھ لوگ ہوں گے تو تمھارے سلام کا جواب دیں گے اور اگر کوئی جواب دینے والا نہ ہوگا تو تمھارے سلام کا جواب خدا دے گا اور یہ تمھارا سلام تمھارے ہی اوپر ہوگا جب کوئی اپنے ہی مکان میں داخل ہو اور مکان میں کوئی موجود نہ ہو تو اُس کو اِس طرح کہنا چاہیے: "اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا" خداوندِ عالم جواب میں فرماتا ہے "تَحِیَّۃً مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ مُبٰرَکَۃً طَیِّبَۃً۔" (از جامع الاخبار)

حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ "سلام کرنے والا خدا و رسولؐ کے نزدیک اُولیٰ ہے۔

امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ نے فرمایا کہ: "سلام میں ستّر نیکیاں ہیں اُن میں سے اُنہتّر ۶۹ سلام کی ابتدا کرنے والے کے لیے اور ایک نیکی جواب دینے والے کے لیے۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: "سواری پر چلنے والے کو پیدل چلنے والے پر سلام کرنا چاہیے اور کھڑے ہوئے کو چاہیے کہ وہ بیٹھے ہوئے پر سلام کرے پھر کلام کرے۔

آپؐ نے فرمایا کہ: "ہماری ملّت کا سلام ہمارے اوپر امان کو لازم کرتا ہے۔

(جامع الاخبار)

www.drhasanrizvi.org

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَیَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَا رَیْبَ فِیْهِ ؕ وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا ۠ (۸۷) ع ۱۱

(۸۷) اللہ تو وہ ہے جس کے سوا کوئی خدا ہے ہی نہیں۔ وہ تم سب کو قیامت کے دن یقیناً اکٹّھا کرے گا جس کے آنے میں کوئی شک وشبہ ہے ہی نہیں۔ اور اللہ سے زیادہ بات کا سچّا کون ہوسکتا ہے؟ (۸۷)

فَمَا لَكُمْ فِی الْمُنٰفِقِیْنَ فِئَتَیْنِ وَ اللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ اَتُرِیْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَ مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِیْلًا ۝۸۸

(۸۸) پھر تمھیں یہ کیا ہوگیا ہے کہ منافقوں کے بارے میں تم دو گروہوں میں بٹ گئے ہو۔[1] حالانکہ جو (برائیاں) انھوں نے کمائی ہیں ان کے سبب سے خدا اُن کو (کفر کی طرف) اُلٹا پھیر چکا ہے۔ اب کیا تم یہ چاہتے ہو کہ جسے خدا گمراہی میں چھوڑ چکا ہو، تم اُسے سیدھے راستے پر لے آؤ؟ حالانکہ خدا جسے گمراہی میں چھوڑ دے اُس کے لیے تم ہرگز کوئی راستہ نہیں پا سکتے۔[1] (پتہ چلا کہ خدا ہماری برائیوں کے سبب سے ہم کو گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے)

منافقین غزوۂ اُحد کے بارے میں مسلمانوں میں اختلاف

[1] بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیت ۸۸ جنگ اُحد کی واپسی پر اُتری جب مسلمانوں میں میدان سے بھاگ نے والے مسلمانوں کے بارے میں اختلاف تھا

(باقی اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

(پچھلے صفحے کا بقیہ) ایک رائے تو یہ تھی کہ ان بھگوڑوں کو قتل کر دیا جائے، دوسرے معافی دینے کے قائل تھے۔ (جلالین و تبیان بقول زید بن ثابت)

یاد رہے کہ اِس آیتؐ ۸۸ میں تمام مسلمان بھگوڑوں کو منافقین فرمایا گیا ہے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ میدانِ جہاد سے بھاگنا منافق کا کام ہوتا ہے۔

خدا کس کو گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے؟

"اَضَلَّ" اِضلال سے ہے جس کے معنی گمراہ کرنے کے ہیں۔

یعنی۔ سیدھے راستے سے ہٹا دینا مگر جب اس لفظ کا استعمال خدا کے لیے ہوتا ہے تو اس کے ۲ معنی ہوتے ہیں۔ (۱) یہ کہ خدا کے دیے ہوئے اختیار کی وجہ سے کسی شخص نے از خود گمراہی اختیار کی اور اس لیے خدا نے اُس کو گمراہ قرار دیا۔ اور آخرت میں جنّت کے راستے سے ہٹا کر دوزخ کے راستے کی طرف ہنکا دیا۔ (۲) اس کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ خالق نے انسان کی فطرت ایک خاص قسم کی بنائی ہے۔ جب انسان کسی اچھے یا بُرے راستے کو اختیار کرتا ہے تو پھر وہی راستہ اُس کا محبوب اور مرغوب بن جاتا ہے۔ پھر کسی طرح وہ اُس کو نہیں چھوڑتا۔ کیونکہ یہ فطرت اللہ ہی نے انسان میں رکھی ہے۔ اِس لحاظ سے یہ کہنا درست ہے کہ اللہ نے اُسے گمراہی میں چھوڑ دیا۔ خدا خود فرماتا ہے "خدا گمراہی میں نہیں رہنے دیتا مگر فاسقوں کو" اور کافروں کے متعلّق فرمایا: "اسی طرح اللہ گمراہی میں رہنے دیا کرتا ہے اُس کو جو بیباک اور شک کرنے والا ہو۔" (لغات القرآن نعمانی جلد ۱ صہ ۱۵۶)

سمجھانے کے باوجود اگر کوئی شخص بُرے کام کرنے کا ارادہ از خود کر لیتا ہے تو خدا اُسے گمراہی میں چھوڑ دیا کرتا ہے۔ خدا کا گمراہی میں چھوڑ دینا اصل میں نتیجہ ہوتا ہے گمراہی کو اختیاری طور پر قبول کر لینے کا۔ (ماجدی)

www.drhasanrizvi.org

وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۖ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۙ ﴿۸۹﴾

(۸۹) وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح وہ خود کافر ہیں، کاش اُسی طرح تم بھی حق کے مُنکر بن جاؤ۔ تاکہ تم اور وہ سب کے سب برابر ہو جائیں۔ لہٰذا اُن میں سے کسی کو بھی اپنا مددگار نہ بناؤ جب تک کہ وہ لوگ اللہ کی راہ میں ہجرت کر کے نہ آجائیں لیکن اگر وہ اِس بات سے منھ موڑلیں تو پھر اُن کو پکڑو اور اُن کو جہاں پاؤ قتل کر ڈالو۔ اور اُن میں سے کسی کو بھی اپنا دوست، سرپرست یا مددگار نہ بناؤ۔ (۸۹)

کافروں سے دوستی نہ کرو

۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ کسی حال میں کافرِ حربی سے کوئی قلبی تعلق یا محبت اور اخلاص کا تعلق نہ رکھو جب تک وہ اسلام دشمنی پر تلے رہیں۔ اور دارالحرب میں کافر بنے رہیں۔ (ابنِ عباسؓ ، بیضاوی)

اس حالت میں جو لوگ بھی دارالحرب میں رہیں اُن کے ساتھ بھی وہی معاملہ ہوگا جو لڑنے والے مشرکین کے ساتھ ہوتا ہے۔ (مدارک)

خدا کا فرمانا کہ اگر وہ منھ پھیر لیں۔" یعنی جب وہ اپنے کفر کو چھوڑنے کے لیے تیار ہی نہ ہوں اور اسلام قبول نہ کریں اور اپنے موقف کو ترک نہ کریں تب اُن سے منھ پھیر لو۔ (جلالین)

www.drhasanrizvi.org

اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ۝۹۰

(۹۰) سوا اُن کے جو کسی ایسی قوم سے تعلّق رکھتے ہوں جن سے تمھارا کوئی بھی معاہدہ ہو۔ یا اُن کے سوا جو خود تمھارے پاس اِس حالت میں آتے ہیں کہ اُن کے دل اِس بات سے گھٹتے اور اُلجھتے ہیں کہ وہ تم سے لڑائی لڑیں۔ وہ اپنی قوم سے لڑنا چاہتے ہیں۔ اگر اللہ چاہتا تو اُنھیں تم پر قابو دے دیتا اور وہ تم سے جنگ لڑتے۔ (مگر اب) اُنھوں نے تمھاری طرف صلح کا ہاتھ بڑھا رکھا ہے۔ تو اللہ تمھیں اُن کے خلاف کسی قدم اُٹھانے کا راستہ (اجازت) نہیں دیتا۔[۱] (۹۰)

صلح پسند لوگوں سے جنگ نہ کرو

[۱] یہ اُن کافروں کا ذکر ہے جو صلح پسند لوگ ہیں۔ وہ مسلمان ہونے کو تو تیار نہیں ہیں، لیکن وہ مسلمانوں سے لڑنا بھی نہیں چاہتے۔ اُن کی اِس امن پسندی کی وجہ سے قرآن نے کہا کہ اُن کے اِس طرزِ عمل کا احترام کرو۔ (تفسیر بیان از امام محمد باقرؑ)

ثابت ہوا کہ جو لوگ مسلمانوں سے نہ لڑیں اور مسلمانوں کے ساتھ صلح و صفائی کے ساتھ رہیں، اُن کے ساتھ صلح و صفائی کے ساتھ رہنا ضروری ہے چاہے وہ لوگ کافروں کے مقابلے پر مسلمانوں کا ساتھ بھی نہ دیں پھر بھی اُن سے جنگ کرنا جائز نہیں۔ (ماجدی)

www.drhasanrizvi.org

سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ (۹۱)
اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ؕ
كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا
فِيْهَا ۚ فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ
وَيُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْٓا
اَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ
حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ؕ وَاُولٰٓئِكُمْ
جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا
مُّبِيْنًا ۠ ع ۱۲

عنقریب تم کچھ لوگ ایسے بھی پاؤ گے جو یہ تو چاہتے ہیں کہ (فی الحال) تم سے بھی محفوظ رہیں اور اپنی قوم سے بھی محفوظ رہیں لیکن جب بھی فتنہ پردازی کا کوئی موقع پائیں تو اُس میں کود پڑیں۔ ایسے لوگ اگر تم سے الگ نہ رہیں اور تمھاری طرف صلح کے لیے ہاتھ نہ بڑھائیں اور تم سے (جنگ کرنے سے) اپنے ہاتھ بھی نہ روکیں، تو پھر انھیں پکڑ لو اور انھیں جہاں بھی پاؤ مار ڈالو۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر ہم نے تمھیں قابو پانے کی کھلی اجازت دے دی ہے۔ (۹۱)

اسلام امنِ عامّہ کا حقیقی علمبردار ہے

ان احکامات سے یہ نتیجہ نکالنا بالکل غلط ہو گا کہ اسلام میں ہر کافر کی جان و مال حلال ہے۔ اور اسلام میں انسان کی بحیثیت انسان کوئی قدر و قیمت نہیں۔ کیونکہ اسلام صرف فتنہ برپا کرنے والے' امنِ عامّہ کے حقیقی دشمن کافروں کے خلاف جنگ کی اجازت دیتا ہے، وہ بھی صرف دفاعی جنگ۔ امن پسند شریف کافروں کی جان، مال، عزّت اور آبرو کی حفاظت کرنے کا حکم دیتا ہے۔

(از فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.org

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۭ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۭ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَھُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَھْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۡ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِــيْمًا حَكِــيْمًا ۝ ۹۲

(۹۲) اور کسی مومن کا یہ کام ہی نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے مومن کو قتل کر ڈالے سوا اس کے کہ انجانے میں غلطی سے ایسا ہو جائے۔ اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے انجانے میں بھی قتل کر دے، تو اُس کا کفّارہ یہ ہے کہ کسی ایک مسلمان غلام کو آزاد کرے اور مقتول کے وارثوں کو خوں بہا بھی ادا کرے۔ سوا اس کے کہ مقتول کے وارث خوں بہا معاف کر دیں۔ ہاں اگر وہ کسی ایسی جماعت میں سے ہے جو تمھاری دشمن ہے مگر مقتول مسلمان ہے، تو وہ صرف ایک مسلمان غلام کو آزاد کرے۔ اور اگر وہ (مقتول) کسی ایسی قوم سے ہو جس سے تمھارا کوئی معاہدہ ہو، تو اُس کے ورثاء کو خونبہا بھی دینا ہوگا اور کسی مسلمان غلام کو آزاد بھی کرنا ہوگا۔ پھر اگر جسے یہ میسّر نہ ہو تو وہ دو ماہ کے متواتر روزے رکھے۔ یہ ہے اللہ کی طرف سے توبہ کا طریقہ اور اللہ تو سب کچھ جاننے والا صاحبِ حکمت ہے۔

قتلِ خطا کے معنی : قتلِ خطا کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ انسان کا ارادہ قتل کرنے کا بالکل نہ تھا

www.drhasanrizvi.org

(پچھلے صفحے کا بقیہ) ۔ جیسے کوئی ڈرائیور گاڑی چلا رہا ہو اور اتفاقاً کوئی شخص زد میں آکر ہلاک ہو جائے۔ اگرچہ اُس نے جان کر تو قتل نہیں کیا لیکن ضرور کوئی نہ کوئی کم توجہی برتی گئی جس کی وجہ سے انسان کی جان چلی گئی۔ اس لیے ایسے قتلِ خطا کا کفّارہ وارثوں کو خونبہا دینا اور ایک غلام آزاد کرنا ہے۔ یا ایک کنیز آزاد کرنا ہے۔ اگر ورثاء خونبہا معاف بھی کر دیں تو بھی غلام یا کنیز کو آزاد کرنا ہوگا۔ اگر ورثاء کافر ہوں مگر مسلمانوں کے ساتھ صلح کا معاہدہ ہو تو دیت اور کفّارہ دونوں ادا کرنا ہوگا۔ اگر کفّارہ یعنی غلام آزاد نہ کر سکے تو دو مہینے کے روزے متواتر رکھنے ہوں گے۔ غرض کفّارے کی وجہ سے اللہ کی طرف سے معافی ہوگی، اور دیّت کے ذریعے سے بندوں کی طرف سے معافی ہوگی۔ (فصل الخطاب)

حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا "ہر جگہ جہاں کسی بندے کو آزاد کرنا ہو، وہاں چھوٹے بچّوں کو آزاد کرنا بہتر ہے، سوائے کفّارۂ قتل کے۔ کیونکہ وہاں خدا فرماتا ہے: "اور جس نے کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دیا تو اُس کا کفّارہ ایک ایماندار غلام کو آزاد کرنا ہے۔" اِس سے مراد یہ ہے کہ وہ غلام بالغ ہو۔ اور اپنے ایمان کا اقرار کرنے والا ہو۔" (تفسیر صافی صفحہ ۱۲۲ بحوالہ کافی و تفسیر عیاشی)

حضرت امام جعفر صادقؑ سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص کسی کو مار دے جبکہ اُس نے قتل کا ارادہ نہ رکھا ہو، اور وہ مر جائے تو کیا یہ وہ خطا سمجھی جائے گی جس کی دیّت دینا واجب ہے اور کفّارہ بھی؟ حضرت امامؑ نے فرمایا: "ہاں۔ بیشک۔" پھر سوال کیا گیا کہ اگر کوئی شخص تیر چلائے اور وہ کسی آدمی کو لگے؟ امامؑ نے فرمایا: بیشک و شبہ یہ خطا ہے۔ اور اُس پر اِس خطا کی دیت بھی ہے اور کفّارہ بھی۔"

(تفسیر صافی صفحہ ۱۲۲ بحوالہ تفسیر عیاشی)

www.drhasanrizvi.org

وَ مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا (۹۳)	اور جو کسی مومن کو جان بوجھ کر
فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا	قتل کرے تو اُس کی سزا جہنّم ہے
وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ	جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ اور
وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ۝ ۹۳	اُس پر اللہ کا غضب اور اُس کی

لعنت بھی ہوگی۔ اور اللہ نے اُس کے لیے بہت ہی سخت سزا تیّار کر رکھی ہے۔

مومن کو جان بُوجھ کر قتل کرنے کی سزا جہنّم

حضرت امام جعفر صادق ؑ سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی مومن کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کر دے، تو کیا اُس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ امام علیہ السّلام نے فرمایا: "اگر قتل کرنے کا سبب ایمان کے متعلّق کوئی امر ہے تو اُس کی توبہ قبول نہیں ہو سکتی۔ لیکن اگر اُس نے غصّے میں یا دُنیا کی کسی چیز کے لیے قتل کیا تو اُس کی توبہ یہ ہے کہ اُس سے قصاص لیا جائے۔ اور اگر کسی کو اس قتل کی خبر نہ ہوئی تو یہ قاتل مقتول کے وارثوں کے پاس جا کر اُن کے مورث کے قتل کا اقرار کرے، پھر اگر وہ اُس کو معاف کر دیں اور قتل نہ کریں تو پوری دِیت (خونبہا) اُن کو دے اور ایک غلام آزاد کرے اور ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے اور دو ماہ کے روزے رکھے یہ خدا کی راہ میں اُس کی توبہ ہے۔" (تفسیر صافی ص۱۱۷ بحوالہ کافی و تفسیر عیاشی)

ظاہر ہے کہ جو شخص کسی کو اُس کے ایمان کی وجہ سے قتل کریگا وہ یقیناً خود ایمان سے خالی ہوگا۔ (تفسیر تبیان)

اور جو شخص کسی نبیؐ یا وصیِ نبیؐ کو قتل کرے گا اُس کی توبہ کبھی قبول نہیں ہوتی۔ (تفسیر علی ابن ابراہیم)

www.drhasanrizvi.org

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا إِذَا (۹۴) اے ایمان لانے والو! جب تم اللہ کی

ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا راہ میں سفر (یا جہاد) کیلئے نکلو تو اچھی

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ أَلْقٰى إِلَيْكُمُ طرح جانچ پڑتال کرلیا کرو، اور ہر اس

السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ شخص سے جو تمھیں سلام کرے یہ نہ کہدیا

عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ کرو کہ تو مسلمان نہیں ہے۔ اگر تم دنیا کی

اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ۚ كَذٰلِكَ زندگی کے سامان اور فائدے چاہتے ہو تو

كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللہ کے پاس تمھارے لیے بہت سے بڑے

اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ۚ إِنَّ فائدے موجود ہیں۔ آخر تم خود بھی اسی حالت

اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝ (کفر) میں پہلے رہ چکے تھے۔ اس کے بعد اللہ

نے تم پر احسان کیا۔ لہٰذا جانچ پڑتال کرلیا کرو۔ یقیناً تم جو کچھ بھی کرتے ہو اللہ اس سے اچھی طرح واقف ہے

قتل کرنے سے قبل تحقیق کرنے کا حکم

غرض اس آیت میں مسلمانوں کو یہ ہدایت دی جارہی ہے کہ جب تم وطن سے باہر سفر جہاد پر ہو تو کسی کو صرف شک و شبہے کی بنیاد پر قتل کرنے میں جلدی سے کام نہ لو۔ ایسا نہ ہو کہ کافر حربی سمجھ کر کسی مسلمان کو قتل کردو۔ جب تک پوری طرح سے یہ واضح نہ ہوجائے اور تحقیق کے تمام مراحل طے نہ کرلیے جائیں، کسی کو جلد بازی میں قتل نہ کرو۔ (ابن عباسؓ در تفسیر کبیر)

جناب رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ: "ایک کلمہ گو مسلمان کا قتل ہوجانا اللہ کے ہاں ہزار

www.drhasanrizvi.org

کافروں کے زندہ بچ جانے سے، بلکہ ساری دُنیا کے فنا ہو جانے سے شدید تر ہے۔"

(بیضاوی، کشّاف، از ابن عبّاسؓ)

اِس حدیث کی روشنی میں اندازہ فرمائیں کہ آلِ محمدؐ کے قاتلین خاصکر ابوالائمہؑ امام علیؑ اور فرزندانِ رسولؐ امام حسنؑ و امام حسینؑ کے قاتل اللہ کی نگاہ میں کسقدر لعنت اور عذاب کے مستحق ہوں گے۔

یہ اجتہاد عجب ہے کہ ایک دشمنِ دیں
علیؑ سے آکے لڑے اور خطا کہیں اُس کو غالبؔ

فقہاء نے اِس آیت سے یہ نتیجہ نکالا کہ: دہریے، اور زندیق اگر دل سے توبہ کرلیں اور اسلام کو دل سے قبول کرلیں تو اُن کی توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ (تفسیر کبیر)

خلاصہ یہ ہے کہ اگر دورانِ جنگ بھی کوئی کافر خود کو مسلمان ظاہر کرے تو اُس کو یہ سمجھ کر قتل نہ کرو کہ وہ جھوٹا ہے اِس کو بغیر تحقیق کے چھوڑ دو۔ اگر اُس کو اِس طرح چھوڑ دینے میں امکان ہو کہ وہ کافر جھوٹا ہے تو قتل کر دینے میں یہ امکان بھی تو ہے کہ وہ مومن بے گناہ ہے۔ اِس طرح تو تمھارے ہاتھ سے ایک مومن کا قتل ہوگا۔ اِس لیے ایک کافر کو چھوڑ دینے میں غلطی کرنا اِس سے بدرجہا بہتر ہے کہ تم ایک مومن کی جان بچالو یا ایک مومن کو قتل کرنے کی غلطی کرو۔

اصل میں اِس طرح اُن مسلمانوں کو بچانے کی کوشش کی جارہی ہے جو انفرادی طور پر مختلف کافر قبیلوں میں منتشر تھے، اور اپنے اسلام کو ظلم و ستم کے خوف سے چھپانے (تقیہ کرنے) پر مجبور تھے۔ (تفہیم القرآن مودودی)

(نوٹ) یہ حکم جنگ سے متعلق ہے لیکن اگر کوئی کافر قابلِ سزا جرم کرتے ہوتے پکڑا جائے، اور حد جاری ہونے کے وقت جان کے خوف سے اسلام قبول کرلے تو سزا ساقط نہ ہوگی۔

(بحوالہ حدیث امام موسیٰ کاظم علیہ السلام)

www.drhasanrizvi.org

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ (۹۵)
الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ
وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ
اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ
وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ
دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ
الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ
عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۙ ۹۵

مسلمانوں میں وہ لوگ جو کسی بیماری یا معذوری کے بغیر گھر میں بیٹھے رہتے ہیں اور وہ جو اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں، برابر نہیں ہیں۔ اللہ نے (گھر میں) بیٹھنے والوں کے مقابلے میں اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کرنے والوں کا درجہ بہت بڑا رکھا ہے۔ یوں تو ہر ایک سے خدا نے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے لیکن جہاد کرنے والوں کو گھر میں بیٹھنے والوں پر بہت ہی بڑے اجر کے ساتھ فضیلت دی ہے۔

جہاد کی فضیلت۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کرنے والے بلا عذر گھر میں بیٹھے رہنے والوں سے کہیں افضل ہیں۔ فقہاء نے اس آیت سے نتیجہ نکالا کہ جہاد فرض عین نہیں، بلکہ فرضِ کفایہ ہے۔ اگر فرضِ عین ہوتا یعنی ہر شخص پر واجب ہوتا تو کچھ لوگوں کے جہاد پر نکل آنے کے بعد گھر بیٹھے رہنے والوں کے لیے سزا کا اعلان نہ ہوتا۔ (جصاص)

حضرت علیؑ تمام صحابہ سے افضل ہیں

فرقۂ شیعہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ حضرت علیؑ تمام صحابہ سے افضل ہیں کیونکہ حضرت علیؑ نے جہاد اور قتال میں سب سے زیادہ بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔ (ماجدی)

www.drhasanrizvi.org

دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّ (۹۶) اُن کے لیے اللہ کی طرف سے بڑے بڑے
رَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا درجے ہیں۔ اُن کیلئے خدا کی بخشش،
رَّحِيْمًا ۝ معافی اور رحمت ہے۔ اور اللہ تو ہے ہی
بڑا بخشنے والا، رحم کرنے والا۔ (۹۶)

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ (۹۷) بلاشبہ جن لوگوں کی روحیں فرشتوں نے
ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ قبض کیں اس حال میں کہ وہ اپنے اوپر
كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ گناہ کرکے ظلم کر رہے تھے اور فرشتوں نے
فِي الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اُن سے پوچھا: یہ تم کس حال میں تھے؟ تو
اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا اُنھوں نے کہا کہ ہم زمین پر بے بس اور مجبور تھے
فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ تو فرشتوں نے کہا: کیا اللہ کی زمین وسیع
جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ نہ تھی کہ تم اُس میں ہجرت کر جاتے؟ یہی
وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنّم ہے، اور وہ تو بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔ [۱] (۹۷)

نوٹ :- البتہ جہاد میں جاکر کافروں کے مقابلے پر بھاگ نکلنا گناہِ کبیرہ ہے کیونکہ اِس سے مسلمانوں کی عزت اور آبرو بھی مجروح ہوگی اور دوسروں کے حوصلے بھی پست ہوں گے۔ (فصل الخطاب)

[۱] یہ آیت ۹۷ ان مسلمانوں کے بارے میں اُتری جو مکّے میں رہ گئے، ہجرت نہ کی اور پھر جب جنگ ہوئی تو کفّار کی فوج میں آکر قتل ہوئے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ کفر و گمراہی کے ماحول میں رہ کر

(باقی اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

(بقیہ پچھلے صفحے کا بقیہ) ۔ اگر اپنے ایمان کا تحفظ کر سکتا ہے تو وہاں رہے۔ اگر ایسا نہیں کر سکتا تو ہجرت واجب ہے۔ ان حالات میں بھی ہجرت نہ کرے گا تو کافروں ہی کا انجام ہوگا۔ غرض جب انسان کافروں کے ملک میں اپنے دینی فرائض انجام نہ دے سکے اور اس کو باطل کے غلط کاموں میں شریک ہونا پڑے، تو پھر وہاں سے ہجرت کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ (فصل الخطاب)

امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ سے روایت ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان چاروں آیتوں میں کہ (۱) "اللہ جانوں کو اُن کی موت کے وقت اٹھا لیتا ہے۔" (۲) کہدو کہ ملک الموت تمھیں اٹھا لیتا ہے جو تم پر تعینات کیا گیا ہے۔" (۳) ہمارے رسولوں نے اُنھیں اُٹھا لیا اور وہ کوتاہی نہیں کرتے۔" (۴) "وہ لوگ جنھیں فرشتے اُٹھا لیں گے۔" ان چاروں آیتوں میں کہیں تو خدا نے موت دینے کے فعل کی نسبت اپنی ذات کی طرف دی ہے۔ اور کہیں ملک الموت کی طرف۔ اور کہیں اپنے رسولوں کی طرف اور کہیں فرشتوں کی طرف۔ اصل میں خدا اس بات سے بزرگ و برتر ہے کہ وہ اس کام کو خود انجام دے۔ ہاں اُس کے فرشتوں اور اُس کے رسولوں کا فعل خود اللہ کا فعل ہے۔ اس لیے کہ وہ جو کچھ بھی کرتے ہیں اللہ ہی کے حکم سے کرتے ہیں پس خدا اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان رسول اور اپنے سفیر منتخب کرتا ہے۔ یہ وہی ہیں جن کے بارے میں خدا فرماتا ہے۔ "اللہ فرشتوں اور آدمیوں میں سے رسول منتخب فرماتا ہے۔" پس جو خدا کے فرمانبردار بندے ہیں، اُن کی روحوں کو قبض کرنے کا انتظام رحمت کے فرشتوں کے سپرد ہے۔ اور جو نافرمان لوگ ہیں اُن کی روحیں عذاب کے فرشتے قبض کرتے ہیں۔ غرض خدا کے امین جو کام کرتے ہیں وہ خدا ہی کا کام کہلاتا ہے جیسا کہ خدا کا ارشاد ہے "اور تم کچھ نہیں چاہتے سوا اُس کے جو کچھ کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔" (تفسیر صافی ص۱۱۸ بحوالہ احتجاج طبرسی)

www.drhasanrizvi.org

اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ (۹۸) مگر مردوں، عورتوں اور بچوں میں
الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ سے وہ واقعی مجبور اور بے بس جو
لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا نکلنے کا کوئی راستہ ہی نہیں پاتے
يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ۝ ۹۸ (یعنی مستضعفین) لے

فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ (۹۹) تو بہت ممکن ہے کہ خدا انھیں معاف
يَّعْفُوَ عَنْهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ کر دے (کیونکہ) اللہ بہت معاف کرنے
عَفُوًّا غَفُوْرًا ۝ ۹۹ والا اور بہت بخشنے والا ہے۔

مستضعفین سے مراد

حضرت امام محمد باقرؑ سے پوچھا گیا کہ مستضعفین سے کون لوگ مراد ہیں؟ امامؑ نے فرمایا: "وہ لوگ جو اپنا بچاؤ کرنے کے معاملے میں بیوقوف ہوں۔ اور ایسے نوکر کہ جن سے تم کہو کہ نماز پڑھو تو وہ نماز پڑھ لیں اور وہی کچھ سمجھیں جو تم اُن سے کہو۔ اور ایسے لوگ بھی جو تمہارے خرچ پر ایک جگہ سے دوسری جگہ جائیں اور جتنی بات تم اُن سے کہو بس اتنی بات ہی سمجھیں۔ اور بہت بوڑھے اور چھوٹے چھوٹے بچے بھی اس میں شامل ہیں۔" (تفسیر صافی ص ۱۱۹ بحوالہ تفسیر عیاشی)

لے فقہاء نے اس آیت سے نتیجہ نکالا کہ جب کسی ملک میں رہ کر فرائض دین پوری طرح ادا نہ ہو سکتے ہوں، اور یہ بھی معلوم ہو کہ دوسرا کوئی ملک ہے، جہاں آزادی کے ساتھ فرائض دین ادا ہو سکتے ہیں، تو اُس ملک کی طرف ہجرت کرنا واجب ہو جاتا ہے۔
(مدارک، جصّاص)

وَمَنۡ يُّهَاجِرۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ (۱۰۰) يَجِدۡ فِى الۡاَرۡضِ مُرٰغَمًا كَثِيۡرًا وَّسَعَةً ؕ وَمَنۡ يَّخۡرُجۡ مِنۡۢ بَيۡتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ ثُمَّ يُدۡرِكۡهُ الۡمَوۡتُ فَقَدۡ وَقَعَ اَجۡرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا ۠	اور جو کوئی اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا وہ زمین میں پناہ لینے کے لیے بہت جگہ اور رہنے سہنے کیلئے بڑی گنجائش پائے گا۔ اور جو اپنے گھر سے اللہ اور اُس کے رسولؐ کی طرف ہجرت کر کے نکلے، پھر راستے ہی میں اُسے موت آجائے، تو اُس کا اجر اللہ کے ذمّے واجب ہو گیا۔ اللہ تو بہت معاف کرنے والا مسلسل بڑا رحم کرنے والا ہے۔

ع ۱۴ / ۱۱

اللہ کی راہ میں ہجرت کی قدر و منزلت

ابو حمزہ ثمالی سے روایت ہے، کہ جب ہجرت کی آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں میں سے ایک شخص جس کا نام جندع یا جندب ابنِ حمزہ تھا اور جو مکّے میں رہتا تھا، اُس نے کہا "خدا کی قسم! میں وہ نہیں ہوں جس کو خدا نے مستثنیٰ کیا ہے۔ میں اپنے آپ ہی ہجرت کرنے کی قوّت بھی پاتا ہوں اور راستے سے بھی واقف ہوں"۔ جبکہ وہ کسی شدید مرض میں مبتلا تھا مگر اُس نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ میں مکّے میں ہرگز نہیں رہوں گا۔ پس وہ اُسے لے کر نکلے اور جب تنعیم تک پہنچے تو وہ مرگیا۔ اسی سلسلے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر صافی صؔ ۱۱۹ بحوالہ المجمع)

عفار نے لکھا کہ مہاجروں کے لیے خدا نے دو۲ نعمتیں بیان فرمائی ہیں۔ (۱) مراغماً کثیراً یعنی زمین پر جانے کی بہت جگہ، اور (۲) سَعَةً یعنی وسعت اور گنجائش۔ آخرت میں فراخی اور جنتیں ملیں گی۔

(ملخص از مدارک)

www.drhasanrizvi.org

www.drhasanrizvi.org

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ (۱۰۱)	اور جب تم سفر کرو زمین پر تو
فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ	اِس میں کوئی حرج نہیں تم پر کہ تم
تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ	نماز قصر (کم) کر دو۔ (خاص طور پر)
خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ	جب تم کو یہ خوف ہو کہ کافر تمھیں نقصان
كَفَرُوْا ۭ اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ	پہنچائیں گے۔ (کیونکہ) یقیناً کافر
كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ۝	تمھارے کھلے ہوئے دشمن ہیں۔

نمازِ قصر کے بارے میں امامؑ نے فرمایا

حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے پوچھا گیا کہ آپؑ سفر کی نماز کے بارے میں کیا فرماتے ہیں ؟ امامؑ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی اور پھر فرمایا: "سفر میں نماز کا قصر کرنا اُسی طرح واجب ہے جس طرح حضر (وطن) میں پوری نماز پڑھنا۔" پوچھا گیا کہ خدا تو فرماتا ہے: "تم پر گناہ نہیں کہ جب تم زمین میں سفر کرو تو تم نمازوں کو قصر کرو۔" خدا نے یہ تو نہیں فرمایا کہ ایسا ہی کرو۔ جس سے اِس کا بجالانا واجب ہو جائے ؟ امامؑ نے فرمایا: خدا فرماتا ہے کہ "صفا اور مروہ" خدا کی نشانیوں میں سے ہیں پس جو شخص خانۂ کعبہ کا حج کرے یا عمرہ بجالائے تو ان دونوں حالتوں میں طواف کرے تو اُس پر کوئی گناہ نہیں۔" کیا تم نہیں دیکھتے کہ طواف ان دونوں حالتوں میں واجب ہے۔ اِس لیے کہ خدا نے اپنی کتاب میں اِس کا ذکر فرمایا اور نبیؐ نے اس پر عمل کر کے دکھایا۔ اسی طرح سفر میں قصر کرنا ایسی بات ہے جس کا ذکر خدا نے قرآن میں فرمایا ہے اور نبیؐ نے

(باقی اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

(پچھلے صفحے کا بقیہ) اُس پر عمل فرمایا ہے۔" پوچھا گیا کہ اگر کوئی سفر میں پوری نماز پڑھ لے تو کیا دوبارہ نماز پڑھے؟ امامؑ نے فرمایا: "اگر اُس کے سامنے قصر کی آیت پڑھی گئی ہے اور اُس کا مطلب اُس کی سمجھ میں آگیا ہے اور پھر بھی اُس نے پوری نماز پڑھی تو اُس کو دوبارہ قصر کر کے پڑھے لیکن اگر یہ آیت اُس کے سامنے نہیں پڑھی گئی اور وہ اِس حکم سے واقف نہیں اور اُس نے پوری نماز پڑھ لی، تو اُس کے ذمّے اعادہ نہیں ہے۔ اور ہر فرض نماز سفر میں دُو رکعت ہے سوائے نمازِ مغرب کے جو تین رکعت ہے۔ (تفسیر صافی ص۱۱۹ بحوالہ مَن لا یحضرہُ الفقیہ و تفسیر عیاشی)

— نماز کا قصر کرنا یہ ہوتا ہے کہ چار رکعت والی نمازوں کو دُو رکعت پڑھا جائے۔ (جلالین)

— اگرچہ یہ نمازیں قصر والی آیتیں کافروں کے حملے کے خوف کے ضمن میں آئی ہیں مگر فقہاء کے نزدیک سفر میں نماز کو قصر کرنے کا تعلق خوف سے نہیں ہے۔ خوف نہ ہو تب بھی سفر میں نماز قصر کرنا ضروری ہے۔ یہ بات سب فقہاء مانتے ہیں۔ شاہ عبدالقادر صاحب نے لکھا "(نماز) پوری نہ پڑھے کہ اللہ صاحب کی بخشش سے بے پروائی ہوتی ہے۔" (موضح القرآن)

— شاہ ولی اللہ صاحب کے نزدیک یہ آیت قصر کے حکم میں نہیں آئی بلکہ نمازِ خوف کے بیان کیلئے ہے۔ (فتح الرحمٰن)

— صاحبِ تبیان نے لکھا کہ یہ آیت نمازِ قصر اور نمازِ خوف دونوں کیلئے ہے اور مجاہد کا بھی یہی قول ہے (تفسیر تبیان)

— آیت میں نماز کو سفر میں قصر کرنے کا حکم ہے۔ اگر خوف کا عالم ہو۔ لیکن فقہاء کے نزدیک نماز کو سفر میں قصر کرنا ضروری ہے خواہ خوف ہو یا نہ ہو۔ خوارج کے علاوہ سارے مسلمان فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ آیت میں خوف کا ذکر بطور شرط نہیں بلکہ ہر سفر کے لیے عام ہے۔ (مدارک، روح)

— البتہ جمہور فقہاء اور فقہ جعفری میں یہ ہے کہ سفر کا جائز مقصد کیلئے ہونا ضروری ہے۔ اور ہر جائز مقصد کیلئے جو سفر کیا جاتا ہے شرعی سفر ہوتا ہے اور سفر میں نماز قصر کرنا مستحب نہیں بلکہ واجب ہے خواہ سفر بری ہو یا بحری ہو۔ (قرطبی روح)

www.drhasanrizvi.org

(102) وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ
الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ
مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ قف
فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ
وَّرَآئِكُمْ ص وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ
اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا
مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ
وَاَسْلِحَتَهُمْ ج وَدَّ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ
اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ
عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ط وَلَا
جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ
اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى
اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ ج وَخُذُوْا
حِذْرَكُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ
عَذَابًا مُّهِيْنًا ٥ 102

اور جب آپؐ ان (مسلمانوں) کے درمیان
ہوں اور (جنگ میں) انھیں نماز پڑھانے
کھڑے ہوں تو چاہیے ان میں سے کچھ لوگ
تمھارے ساتھ اپنے ہتھیار لیے ہوئے (نماز
کیلئے) کھڑے ہوں۔ پھر جب وہ سجدہ کر
چکیں تو یہ لوگ پیچھے چلے جائیں اور دوسرے
لوگ جنھوں نے ابھی نماز نہیں پڑھی ہے
آجائیں اور آپؐ کے ساتھ نماز پڑھیں۔
اور یہ لوگ بھی اپنی حفاظت کا سامان
اور ہتھیار لیے رہیں۔ کیونکہ کافروں کی
تو یہ تمنا ہے کہ تم اپنے ہتھیاروں اور سامانوں
سے ذرا غافل ہو جاؤ تو وہ تم پر ایک دم ٹوٹ
پڑیں لیکن اگر تم کو بارش کے سبب سے تکلیف ہو
یا تم بیمار ہو، تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ تم
اپنے ہتھیار اُتار کر رکھ دو۔ مگر اپنی حفاظت کرو
یقیناً اللہ نے کافروں کے لیے بڑی ذلیل کرنیوالی سزا رکھی ہے

جنگ میں نمازِ خوف کا طریقہ

حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ سے نمازِ خوف پڑھنے کا طریقہ پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا: "امام نماز کے لیے *

*۔ (باقی اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

(پچھلے صفحے کا بقیہ) کھڑا ہو۔ اور اُس کے ساتھیوں میں سے ایک گروہ آکر اُس کے پیچھے کھڑا ہو جائے اور ایک گروہ دشمنوں کا مقابلہ کرے۔ امام ان لوگوں کے ساتھ ایک رکعت نماز پڑھے، پھر کھڑا ہو جاتے۔ اور لوگ بھی کھڑے ہو جاتیں۔ امام تو کھڑا رہے اور لوگ اپنی دوسری رکعت پڑھ کر سلام پڑھ کر چلے جائیں۔ اور دشمن کے مقابلے میں اپنے ساتھیوں کی جگہ لے لیں۔ اور دوسرے ساتھی آکر امام کے پیچھے کھڑے ہو جائیں۔ دوسری رکعت پوری کر کے امام تو بیٹھ جائے اور یہ لوگ کھڑے ہو کر اپنی دوسری رکعت پوری کریں اور سلام پڑھ کر چلے جاتیں۔ (تفسیر صافی ص ۱۲۰)

حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ "نماز مومنوں پر پابندیٔ وقت کے ساتھ فرض ہے۔" کا مطلب یہ ہے کہ اگر نماز کا وقت گذر جائے اور پھر نماز پڑھی جائے تو وہ نماز ادا نہ ہوگی (بلکہ قضا ہوگی)۔ (تفسیر صافی ص ۱۲۰ بحوالہ کافی و تفسیر عیاشی)

محققین نے نتیجے نکالے کہ اِس آیت سے (۱) نمازِ جماعت کی اہمیت کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ عالمِ خوف وجنگ میں بھی نمازِ جماعت ادا کرنے کا حکم ہے۔ (۲) شریعتِ اسلامی میں چستی، مستعدی اور ہر وقت بیداری کو خاصکر حالتِ جنگ میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ غفلت اور آرام طلبی اسلامی شریعت کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی۔ (ماجدی)

فقہاء نے لکھا کہ خوف کی دو حالتیں ہیں اور دونوں کے حکم ایک ہیں۔ (۱) ایک یہ کہ میدانِ جنگ گرم ہو اور جماعت برپا کرنا ممکن ہی نہ ہو تو نمازِ جماعت اڑا دی جائے گی اور اس کا ذکر سورۂ بقرہ کی ایک آیت ۲۳۹ میں موجود ہے، شدتِ خوف میں نماز فرادیٰ پڑھی جائے گی۔ سواری پر، ہر حال میں نماز ممکن ہے۔ رکوع اور سجدے کیلئے رکوع کافی ہے۔ قبلے کی طرف رُخ کرنا بھی ضروری نہیں۔ (۲) دوسری حالت یہ ہے کہ جنگ ابھی شروع نہ ہوئی ہو اور نمازِ جماعت کا امکان ہو۔ اِس آیت میں اُسی حالت میں نمازِ جماعت کا حکم دیا جا رہا ہے۔

www.drhasanrizvi.org

فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذْکُرُوا (۱۰۳) اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِکُمْ ج فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ ج اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ۝

پھر جب تم نماز پڑھ چکو تو کھڑے، بیٹھے اور کروٹ (کروٹ) اللہ کو یاد کرتے رہو۔[ع] اور جب تمہیں اطمینان حاصل ہو جائے تو پوری نماز ادا کرو۔ بیشک نماز ایک ایسا فریضہ ہے جو وقت کی پابندی کے ساتھ مومنین لازم کیا گیا ہے۔ [ل]

فریضہ نماز کو پابندیٔ وقت کے ساتھ ادا کرو

[ل] حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق ؑ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا ؐ نے ارشاد فرمایا کہ: "مَوْقُوْتًا" یعنی پابندیٔ وقت کے ساتھ' کے معنی 'ثابتًا' ہیں۔ یعنی اگر نماز اپنے (فضیلت کے) وقت سے تھوڑی آگے پیچھے ہو جائے تو وہ کوئی نقصان نہیں پہنچاتی، بشرطیکہ اسے نماز کا ضائع ہونا نہیں۔ جیساکہ خدا نے ایک قوم کے بارے میں فرمایا ہے کہ "انھوں نے نماز ضائع کردی اور خواہشات کی پیروی کی۔ پس عنقریب وہ اپنی گمراہی (کی سزا) سے مل جائیں گے" (کافی)

محققین نے لکھا کہ احکام شریعت پر عمل کرنا بھی ذکرِ الٰہی ہے۔ اور نماز کے قائم کرنے (اقامتِ الصلوٰۃ) کے معنی نماز کو اس کی تمام شرائط کے ساتھ ادا کرنا ہوتا ہے۔

[ع] یہ نوافل کا بیان ہے۔ جنگ میں اگر نوافل بھی ادا کرنا چاہو تو چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، لیٹتے ادا کرو۔ ذکر خدا کرو دعا کرو۔ یہ کام ہر وقت ہو سکتا ہے اور اس سے خدا کی مدد شاملِ حال ہوتی ہے۔ (مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.org

وَلَا تَهِنُوْا فِی ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ ۱۰۴

(۱۰۴) اور کافر قوم کا پیچھا کرنے میں سستی نہ کرو۔ اگر تمھیں تکلیف پہنچتی ہے تو انھیں بھی ویسی ہی تکلیفیں پہنچتی ہیں جیسی تمھیں پہنچتی ہیں۔ لیکن تمھیں اللہ سے وہ امید ہے جو انھیں نہیں ہے۔ اور اللہ تو سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ؕ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا ۝ ۱۰۵

(۱۰۵) بلاشبہ ہم نے آپؐ پر (یہ) کتاب حق اور سچائی کے ساتھ اُتاری ہے۔ تاکہ جو راستہ خدا نے آپؐ کو دکھا دیا ہے اُس کے مطابق آپؐ لوگوں میں فیصلہ کریں۔ اور آپؐ بے ایمان لوگوں کی طرف سے جھگڑنے والے نہ بنیں۔

فیصلے کا حق رسولِ خداؐ اور ائمۂ ہدیٰ کو عطا ہوا ہے

حضرت امام جعفر صادقؑ نے اپنے آبائے طاہرینؑ سے روایت کی ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا: "اللہ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو اپنے رسولؐ اور ائمۂ طاہرینؑ کے سوا لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کا حق نہیں دیا ہے۔" اس کے بعد آپؐ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ اور پھر جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ "اس آیت کا حکم میرے اوصیاء کے لیے بھی جاری ہے۔" (صافی صفحہ ۱۲۰ بحوالہ کافی)

www.drhasanrizvi.org

آیت نے واضح ہدایت فرمائی کہ مقدمات کے جو کچھ بھی فیصلے کیے جائیں وہ قرآن کے مطابق ہوں، یہ نہ ہو کہ اپنی خواہشات اور مفادات کے تحت یا انسانوں کے گڑھے ہوئے قانون و آئین کے تحت فیصلے کیے جائیں۔ اِس قسم کے فیصلے خداوندِ عالم کی حکمرانی کو ٹھکرانے کے مترادف ہوں گے۔

شاہ عبدالقادر صاحب نے لکھا " یہ اوّل و آخر کی آیت میں ذکر ہے ایک قصّے کا۔ حضرتؐ کے وقت ایک انصاری کی زرہ آٹے میں دھری گم ہوئی۔ صبح تلاش ہوئی تو آٹے کا خط (لکیر) دیکھا ایک شخص کے گھر تک۔ اُس کا نام طعمہ ابنِ ابیرق تھا۔ وہاں جھاڑا (تلاشی) لیا تو زرہ نہ پائی۔ خط آگے دیکھا ایک یہودی کے گھر تک۔ زید نام، اور وہاں پائی۔ اُس یہودی نے کہا مجھے طعمہ نے سپرد کی۔ طعمہ نے کہا میں بَری ہوں۔ چور وہی ہے۔ طعمہ کی قوم (مسلمانوں) نے مشورت کی کہ ہم حضرتؐ کے پاس مل کر گواہی دیں گے کہ طعمہ بَری ہے، تو حضرتؐ ہماری حمایت کریں گے۔ اور یہودی چور ٹھہرے گا۔ صبح کو یہی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ حضرتؐ کو خبردار کر دیا کہ فی الحقیقت چور یہی تھا طعمہ۔" (موضح القرآن)

ثابت ہوا کہ طعمہ کی قوم والے مسلمان تھے اور طعمہ کو چور جانتے ہوئے ایک یہودی کو پھانسنا چاہتے تھے۔ اِس سے اندازہ فرمالیں کہ رسولِ خداؐ کے دَور کے مسلمانوں میں کیسے کیسے جُغادری موجود تھے۔ چوری اور سینہ زوری۔ ایک بے گناہ کو پھانسنے اور سزا دلوانے کی کوشش۔ کیا ایسے لوگ ہمارے لیے اسلام کا نمونہ بن سکتے ہیں؟ اگر خداوندِ عالم کو ناموسِ صحابہ کا تحفّظ منظور ہوتا تو مسلمان چور کا پردہ کیوں فاش کرتا۔؟

www.drhasanrizvi.org

وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۚ (۱۰۶) ہاں اللہ سے معاف کرنے کی سفارش کریں۔ یقیناً اللہ بڑا بخشنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے۔

خائن کی سفارش یا وکالت کو اللہ ناپسند کرتا ہے

اور خدا کا رسولؐ سے نہ فرمانا کہ "بددیانتوں کی وکالت نہ کیجیئے گا" اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی طرف سے صفائی پیش نہ کیجیئے گا۔ برا کوئی بھی ہو برا ہے ہاں چونکہ مسلمان ہے اور آپؐ کا کام دعاء خیر کرنا ہے اس لیے آپؐ ان کے لیے معافی کی درخواست کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ رسولؐ کو جو معافی مانگنے کا حکم دیا گیا ہے اُس کا تعلق رسولؐ کے اپنے کسی عمل سے نہیں ہے بلکہ ان مسلمانوں کے عمل سے اس کا تعلق ہے جو مسلمان چور کو بچا کر ایک بے گناہ یہودی کو چوری کے الزام میں پھنسانا چاہتے تھے۔ عام مسلمانوں نے اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ رسولؐ نے بھی معاذ اللہ مسلمانوں کی حمایت کی۔ جس پر رسولؐ کو معافی مانگنے کا حکم دیا گیا۔ (جلالین)

مگر شیعہ مفسرین اس تفسیر کو ناقابلِ تسلیم اور شانِ رسالت کے خلاف سمجھتے ہیں اور قبول نہیں کرتے۔ (تفسیر تبیان۔ فصل الخطاب) بعض سُنّی مفسرین نے بھی لکھا اصل میں رسولؐ کو استغفار کا یہ حکم ان لوگوں کیلئے تھا جو مسلمان مجرم کی بے جا حمایت کر رہے تھے۔

(قرطبی۔ تفسیر کبیر)

www.drhasanrizvi.org

وَ تُجَادِلُ عَنِ الَّذِيْنَ (۱۰۷) اور آپؐ اُن لوگوں کی حمایت
يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۭ اِنَّ میں بحث و مباحثہ اور وکالت نہ
اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ کریں، جو خود اپنے ساتھ خیانت
خَوَّانًا اَثِيْمًا ۝ ۱۰۷ کرتے ہیں۔ یقین جانیں کہ اللہ
کسی بھی خیانت کرنے والے گنہگار کو پسند نہیں کرتا۔ (۱۰۷)

(پچھلے صفحے (آیت ۱۰۶) کا بقیہ) آیت ۱۰۷ میں بتایا گیا ہے کہ خیانت کا وبال بالآخر خائن ہی کو بھگتنا پڑتا ہے۔ اِس لیے اس خیانت کو خود اپنے آپ سے خیانت کرنا بتایا گیا ہے۔ (روح المعانی)

گناہ کرنا خود اپنے اوپر ظلم کرنا ہے

قرآن کے نزدیک ہر گناہ اپنے ساتھ غداری اور بدخواہی ہے۔ اِس لیے کہ اپنی خیر خواہی کا تقاضا یہ ہے کہ جہنّم اور خدا کی ناراضگی سے خود کو بچایا جائے۔ ابدی ہلاکت سے اپنی حفاظت کی جائے۔ گناہ کرنا خود اپنے اوپر ظلم کرنا ہے۔

(جلالین - مجمع البیان)

اب جو مسلمان چوری تو خود کرے اور الزام یہودی پر لگا دے تو گویا اُس نے اپنے ساتھ بھی غدّاری کی اور پوری مسلمان جماعت کو بدنام کر کے تمام مسلمانوں سے بھی غدّاری کی۔ اور رسولؐ کے سامنے جھوٹی گواہی دے کر چور کے مسلمان ساتھیوں نے رسولؐ سے بھی غدّاری کی۔

(فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.org

يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَ لَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ۝ ۱۰۸

(۱۰۸) یہ لوگ انسانوں سے تو اپنی حرکتیں چھپا سکتے ہیں مگر خدا سے نہیں چھپا سکتے۔ خدا[1] تو اُس وقت بھی اُن کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے جب وہ راتوں کو چُھپ چُھپ کر اُس کی مرضی کے خلاف باتیں بناتے ہیں[2] اور اللہ اُن کی حرکتوں پر پوری طرح حاوی ہے۔ (۱۰۸)

لہ یہ خدا کے حاضر و ناظر ہونے کا اسلامی عقیدہ ہے جو تمام جرائم کو ختم کرنے کی ضمانت ہے۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا ؐ نے ارشاد فرمایا کہ "اس آیت سے مراد چند خاص لوگ ہیں اور عبیدہ بن الجراح بھی ان میں شامل ہیں۔"

(تفسیر صافی ص ۱۲۱ بحوالہ کافی)

دینِ خدا میں تغیّر کرنے والوں کا قصّہ

امیر المومنین حضرت علی ؑ سے روایت ہے کہ "اللہ نے دینِ خدا میں تبدیلیاں پیدا کرنے والوں کا قصّہ اس آیت میں بیان فرمایا ہے کہ وہ لوگ رسول ؐ کی وفات کے بعد اسی طرح باطل کو قائم کریں گے جس طرح یہودیوں اور عیسائیوں نے حضرت موسیٰ ؑ اور حضرت عیسیٰ ؑ کے بعد توراۃ اور انجیل میں تغیّرات کیے۔"

(تفسیر صافی ص ۱۲۱ بحوالہ کافی)

لہ "یُبَیِّتُون" راتوں کو چُھپ کر باتیں کرنے کے ہوتے ہیں۔ اس کے معنی رات بسر کرنا بھی ہے چھپے چوری منصوبے بنانے بھی ہے۔ رات کو مشورے کرنے کے بھی ہیں۔ (شاہ ولی اللہ۔ رفیع الدین۔ مجمع البیان جلالین)

www.drhasanrizvi.org

هَآاَنۡتُمۡ هٰٓؤُلَآءِ جٰدَلۡتُمۡ (١٠٩) اچھا اگر تم لوگوں نے اِس دُنیا کی
عَنۡهُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا زندگی میں اُن (مسلمانوں) کی طرف سے
فَمَنۡ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنۡهُمۡ جھگڑا اور بحث مباحثہ کر بھی لیا، تو
يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ اَمۡ مَّنۡ يَّكُوۡنُ قیامت کے دن اللہ سے اُن کی طرف سے
عَلَيۡهِمۡ وَكِيۡلًا ۝١٠٩ جھگڑا (اور بحث مباحثہ) کون کرے گا؟
اور وہاں اُن کا وکیل کون بنے گا۔؟

وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ سُوۡٓءًا اَوۡ يَظۡلِمۡ (١١٠) اور اگر کوئی شخص بھی کوئی بُرا کام
نَفۡسَهٗ ثُمَّ يَسۡتَغۡفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ کر گزرے یا اپنے اوپر ظلم کر جائے اور
اللّٰهَ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا ۝١١٠ اُس کے بعد اللہ سے معافی کی درخواست
کرے، تو وہ خدا کو بہت معاف کرنے والا اور بے حد رحم کرنے والا پائے گا۔

برائی اور اپنے اوپر ظلم کرنے سے مراد

شاہ عبد القادر صاحبؒ نے لکھا: "گناہ فرمایا "کبیرہ" کو، اور اپنا بُرا کیا فرمایا "صغیرہ کو۔"

علامہ طبرسی نے لکھا "بُرائی سے مراد گناہ یا بُرا کام۔ اور "اپنے اوپر ظلم کرنے" کے معنی کسی بے گناہ کو پھنسانا، شرک کرنا یا ظلم کرنا۔ (مجمع البیان)

"بُرائی کرنے" کے معنی دوسروں پر زیادتی کرنا بھی ہوسکتا ہے۔ اور "اپنے اوپر ظلم کرنے" کے معنی انفرادی گناہ ہے۔ یہ معنی بہترین ہیں اور جامع ہیں۔

(فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.org

(۱۱۱) وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝۱۱۱

اور جو کوئی بھی گناہ کرتا ہے تو وہ صرف اپنا ہی نقصان کرتا ہے اور اللہ تو سب کچھ جاننے والا ٹھیک ٹھیک کام کرنے والا ہے۔ (۱۱۱)

(۱۱۲) وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓـئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝۱۱۲ ع

اور جو کوئی بھی (بلا جانے) غلطی کرے یا (جان بوجھ کر) گناہ کرے اور پھر اُس کو کسی بے قصور کے سر تھوپ دے، تو اُس نے ایک بہت بڑا جھوٹا (الزام) لگایا اور کھلے ہوئے گناہ کا بوجھ اُٹھایا۔[1]

خطیئۃ، اِثم اور بُہتان کے معنی

[1] خطیئۃ یا خطا 'چھوٹا گناہ ہے جو صرف خدا اور بندے کے درمیان ہو اور بے ارادہ ہو جائے۔ (ابن جریر، مدارک)

اور "اثم" یعنی وہ بڑا گناہ ہے جو قصداً کیا جائے اور جو بندوں پر ظلم ہو۔ (ابن جریر، روح المعانی، مدارک)

اور آخر میں خدا کا اس کو "بہتان" اور "کھلا ہوا گناہ" فرمانا شاید اس لیے ہے کہ اس آدمی کے لحاظ سے جس پر یہ جھوٹا الزام چوری کا لگایا گیا 'یہ بہتان (الزام تراشی) ہے اور خدا کی نگاہ میں "کھلا ہوا گناہ" ہے۔ اس سے الزام تراشی کی سخت مذمت ثابت ہوئی۔ (فصل الخطاب)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اسلام میں عدل و انصاف کو کتنی اہمیت حاصل ہے اور کسی بے گناہ کو پھنسانا کتنا بڑا جرم ہے، خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ (تبیان)

www.drhasanrizvi.org

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَ (۱۱۳) اور اگر آپؐ پر اللہ کا فضل و کرم اور

رَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ رحمت نہ ہوتی تو اُن مسلمانوں میں کا ایک

اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ گروہ تو یہ چاہتا تھا کہ آپؐ کو گمراہ کر دے

اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ لیکن حقیقت میں وہ خود اپنے ہی کو گمراہ

مِنْ شَيْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ کر رہے تھے، اور آپؐ کو کچھ بھی نقصان

الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ نہیں پہنچا سکتے تھے (کیونکہ) اللہ نے تو

مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ آپؐ پر اپنی کتاب اور حکیمانہ راز (پہلے ہی)

فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۱۱۳ اُتار دیے ہیں، اور آپؐ کو وہ سب کچھ

بتا دیا ہے جو آپؐ نہیں جانتے تھے۔ آپؐ پر تو اللہ کا فضل و کرم بہت ہی زیادہ ہے۔

بے ایمان مسلمان قسمیں کھا کھا کر جھوٹی گواہیاں دے دے کر بے گناہ یہودی کو پھانسنا چاہتے تھے تاکہ رسولؐ یہودی کو سزا دیں اور مسلمان چور بچ جائے۔ چاہے رسولؐ کے دامنِ عدل و انصاف پر داغ ہی کیوں نہ آجائے لیکن خدا نے اپنے فضل و کرم سے رسولؐ کو حقیقتِ حال بتا دی اور اس طرح ان دوست نما دشمنوں کا منصوبہ ناکام رہا (فصل الخطاب)

خدا کا فرمانا " اَنْ يُّضِلُّوْكَ " یعنی ، ان میں سے ایک گروہ نے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ آپؐ کو بھٹکا کر رہیں گے۔ " یعنی آپؐ کو دھوکہ دے کر غلط فیصلہ کروا لیں گے۔

(از ابنِ عباسؓ ، روح)

www.drhasanrizvi.org

لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ ۱۱۴

(۱۱۴) وہ لوگ چپکے چپکے ایکدوسرے کے کانوں میں جو باتیں کرتے ہیں اُن میں زیادہ تر باتوں میں اچھائی یا بھلائی کی کوئی بات نہیں ہوتی، سوا اس کے کہ کبھی کوئی چپکے سے کسی کو نیکی یا صدقہ خیرات کرنے کی ترغیب دے یا لوگوں کے درمیان اصلاح کرانے کی بات چیت کرے۔ اور جو کوئی اللہ کو راضی کرنے کے لیے ایسا کرے تو ہم اُس کو بہت ہی بڑا ثواب عطا کریں گے۔ [۱] (۱۱۴)

کلام کی تین قسمیں ہیں

[۱] حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ:

"کلام کی تین قسمیں ہیں (۱) صدق (۲) کذب (۳) اصلاح بین النّاس۔ اور اصلاح کی تفسیر یہ ہے کہ کسی شخص سے کوئی بات سنی جس سے کسی دوسرے کی بُرائی ٹپکتی ہو۔ پھر جب تم اُس دوسرے سے ملو تو اُس شخص سے یہ کہدو کہ میں نے فلاں شخص سے تمھاری تعریف سنی ہے۔ یعنی جو بُرائی تم نے سنی تھی، اُس کے خلاف بیان کردو تاکہ دونوں میں فساد نہ رہے۔ بلکہ اصلاح ہو جائے۔" (تفسیر صافی صہ ۱۲۱ بحوالہ کافی)

جھوٹ تین باتوں میں جائز ہے

حضرت امام جعفر صادقؑ نے اپنے آباءِ طاہرینؑ کے ذریعے سے روایت کی کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "جھوٹ تین باتوں میں جائز ہے (۱) لڑائی میں دشمن کو دھوکہ دینے کیلئے (۲) بیوی سے وعدہ کرتے ہوئے (۳) لوگوں کے درمیان اصلاح یا دوستی کراتے ہوئے۔" (الخصال)

www.drhasanrizvi.org

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ (۱۱۵) مگر جو شخص صحیح راستے کو واضح طور پر
بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى جان لینے کے بعد بھی رسولؐ کی مخالفت
وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ کرے اور ایمان والوں کے راستے کے
نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ خلاف راستہ چلے تو پھر ہم بھی اُسے اُسی
وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ طرف جانے دیں گے جدھر وہ از خود پھر ع ۱۷
گیا ہے۔ اور اس طرح اُسے جہنّم تک پہنچا دیں گے، جو بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔

اتباعِ رسولؐ اور آلِ رسولؐ ہی صحیح راستہ ہے

محقّقین نے نتیجہ نکالا کہ رسولؐ کی پیروی کرنا ایمان کا حقیقی معیار ہے۔ کچھ مسلمانوں کا کسی راستے پر چلنا معیار نہیں۔ اس لیے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ معصوم کی پیروی کی جائے اور دین کے اصولوں کی پابندی کی جائے۔ (مجمع البیان)

لیکن تعجب ہے کہ اکثر مفسرین آیت کے پہلے جُزو کو تو نظر انداز کر دیتے ہیں اور آیت کے دوسرے جُزو سے جمہوریت، اجماع اور شورٰی کو ثابت کرنے کی ناکام کوشش فرماتے ہیں جیسے کہ شاہ عبدالقادر صاحب نے لکھ دیا ہے "پس جس بات پر اُمّت کا اجماع ہو، وہی اللہ کی مرضی ہے۔ اور جو منکر ہو سو وہ دوزخی (موضح القرآن)
حالانکہ اسی آیت میں مسلمانوں کے اجماع کو خدا نے باطل قرار دے کر یہودی کو بچا لیا جبکہ مسلمانوں نے حق کے خلاف اجماع کر لیا تھا اور چور مسلمان کے بَری ہونے کی جھوٹی گواہیاں دی تھیں۔ خدا نے اُن کی سخت مذمّت کی۔

۵ اور خدا کا یہ فرمانا کہ "جدھر وہ گیا اُسی طرف ہم اُسے جانے دیں گے" کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا یہ کام نہیں ہے کہ ہم کسی جبر کام کرنے والے کو زبردستی روک دیں اور زبردستی ٹھیک راستے پر لگا دیں۔ (جلالین)

www.drhasanrizvi.org

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝ (۱۱۶)

بیشک اللہ اس بات کو نہیں معاف کرے گا کہ اُس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے مگر اِس سے کم جو (گناہ) بھی ہو اُسے جس کیلئے چاہے گا معاف کردے گا (کیونکہ) جس نے بھی اللہ کے ساتھ کسی کو بھی شریک ٹھہرایا تو وہ گمراہی میں بہت ہی دور نکل گیا۔ (۱۱۶)

شرک ناقابلِ معافی گناہ ہے

محققین نے نتیجے نکالے کہ (۱) شرک وہ گناہ ہے جو ناقابلِ معافی ہے۔ (۲) باقی دوسرے گناہوں کی معافی کا امکان ہے۔ (۳) مگر خدا کا یہ فرمانا کہ "جس گناہ کو وہ چاہے "معاف کرے' اِس سے معلوم ہوا کہ گناہوں کے معاف ہونے کا حتمی وعدہ نہیں۔ اِس طرح اُمید اور خوف کو ملا دیا جو ایمان کا خاص جوہر ہے۔

عام اصول مفسرین نے یہ لکھا کہ فروعی اور عملی گناہوں میں جہاں خدا و رسول ؐ کے حکم کا انکار نہ کیا گیا ہو، بس عملی کوتاہی یا گناہ کیا گیا ہو، وہاں معافی کی گنجائش بھی ہے اور اُمید بھی لیکن اگر دین کے بنیادی اصولوں میں انحراف کیا جائے۔ یعنی خدا و رسول ؐ کے حکم سے انکار کر دیا جائے تو پھر مغفرت اور شفاعت کا امکان نہیں رہتا۔ (فصل الخطاب)

حقیقت یہ ہے کہ جس طرح توحید کا عقیدہ تمام ممکن بھلائیوں اور نیکیوں کی جڑ ہے، اسی طرح شرک ساری برائیوں اور گناہوں کی جڑ ہے اس لیے کسی دوسرے گناہ کو شرک کی برابر قرار نہیں دیا جاسکتا۔ (ماجدی)

اس آیت نے خوارج کے اُس عقیدے کو رد کر دیا کہ "گناہِ کبیرہ کا کرنے والا کافر ہوجاتا ہے۔"
(قرطبی)

www.drhasanrizvi.org

اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ۙ (۱۱۷)

وہ (مشرک) اللہ کو چھوڑ کر کچھ زنانی دیویوں کو (خدا سمجھ کر) پکارتے ہیں۔ (حقیقت میں) وہ اُسی سرکش شیطان کو پُکارتے ہیں۔

مشرک دراصل شیطان کی پرستش کرتے ہیں

پھر بتایا گیا کہ وہ جو بتوں کی پوجا کرتے ہیں وہ اصل میں شیطان کی پوجا کرتے ہیں۔ (جلالین) یہ اِس لیے کہا گیا کہ ہر قسم کا غلط کام شیطان ہی سمجھاتا ہے۔

(آیت ۱۱۹) شیطان کی زبانی بتایا گیا کہ شیطان کس طرح گمراہ کرتا ہے۔ پہلی بات شیطان نے کہی کہ میں گمراہ کروں گا۔ یعنی غلط عقیدے اور نظریات پھیلاؤں گا۔ دوسری بات شیطان نے کہی کہ "انھیں سبز باغ دکھاؤں گا" یعنی غلط توقّعات اور اُمیدیں باندھوں گا کہ وہ خدا کے مقرّر کیے ہوئے فرائض کو ادا کرنا بھی بھول جائیں گے اور طرح طرح کے غلط کاموں کو انجام دیں گے۔ انسان دوسرے کے گلے کاٹتا ہے انھیں غلط توقّعات اور جھوٹی اُمیدوں کی وجہ سے۔ تیسری بات شیطان نے یہ کہی کہ اُن کے دین میں بدعتیں رائج کردوں گا مثلاً۔ یہ کافروں کا دستور تھا کہ گائے یا بکری کا ایک بچہ بُت کے نام کرکے اُس کے کان میں نشان ڈال دیا اور اُس کی پوجا کرنے لگے۔ (موضح القرآن) بقول شیطان چوتھا کام یہ کروں گا کہ اللہ کی طرف کی پیدائش کی صورت کو بدل دوں گا یعنی ہر قسم کا غیر فطری کام کرواؤں گا۔ حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ "اللہ کے دین کو بدلوا دوں گا۔" (یہی ابراہیم اور مجاہد کا بھی قول ہے۔) (تبیان)

غرض مشرکوں کو بتایا ہے کہ بتوں اور دیویوں کو پکارنا عین شیطان کو پکارنا ہے۔ (ماجدی)

www.drhasanrizvi.org

لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ (۱۱۸) جس پر اللہ نے لعنت کی تھی اور جس نے اللہ سے کہا تھا:
مِنۡ عِبَادِكَ نَصِيۡبًا مَّفۡرُوۡضًا ۙ۱۱۸ میں تیرے بندوں میں سے اپنا ایک مقرر حصّہ ضرور لے کر رہوں گا۔ ۱؎

وَّلَاُضِلَّنَّهُمۡ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمۡ وَلَاٰمُرَنَّهُمۡ (۱۱۹) فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الۡاَنۡعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمۡ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلۡقَ اللّٰهِ ؕ وَمَنۡ يَّتَّخِذِ الشَّيۡطٰنَ وَلِيًّا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ فَقَدۡ خَسِرَ خُسۡرَانًا مُّبِيۡنًا ؕ۱۱۹

اور میں اُنھیں ضرور گمراہ کر کے چھوڑوں گا۔ میں اُنھیں اُنکی آرزوؤں میں اُلجھا دوں گا، پھر اُنھیں حکم دوں گا تو وہ جانوروں کے کانوں کو پھاڑ ڈالیں گے۔ پھر اُنھیں حکم دوں گا تو وہ اللہ کی بناوٹ ہی کو بدل ڈالیں گے۔ ۲؎ اور جو بھی اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا سرپرست بنائے گا تو وہ کھلا ہوا نقصان اُٹھائے گا۔

۱؎ شیطان کہے گا کہ میں اُن کے اوقات میں، اُن کی محنتوں اور کوششوں میں، اُن کی قوتوں، قابلیتوں میں اُن کے مال اور اولاد میں اپنا حصّہ لگاؤں گا اور اُن کو دھوکہ دیکر ایسے ایسے کام کراؤں گا کہ اُن کی اِن چیزوں کا زیادہ بڑا حصّہ میری مرضی کے مطابق استعمال ہوگا۔ (تفہیم)

خَلۡقَ اللّٰه سے مراد : حضرت امام جعفر صادق ؑ نے اپنے آباءِ طاہرین کے ذریعے سے روایت نقل فرمائی ہے کہ جناب رسولِ خدا ؐ نے ارشاد فرمایا: "اِس آیت میں خَلۡقَ اللّٰه سے مراد دینِ خدا ہے۔ یعنی خدا کا امر یا نہی۔ اور اِس کی تائید اللہ کے اِس قول سے ہوتی ہے:

۲؎ (اِس آیت کی وضاحت پچھلے صفحہ ۵۹۳ پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

(بقیۂ تفسیر آیت ۱۱۹ - از صفحہ ۵۹۴)

"فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا لاتبدیل لخلق اللہ ذٰلک الدین القیم"

یعنی فطرتِ خدا جس پر اُس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے (اس لئے) دینِ خدا میں کوئی تبدیلی نہ ہو گی، یہی دین قیم ہے۔" (تفسیر صافی صـ ۱۲۱ بحوالہ تفسیر مجمع البیان)

خلقت یا بناوٹ کے تبدیل کرنے سے مراد چہرہ، صورت یا صفت کا بدل دینا ہے اللہ کی اجازت کے بغیر۔ مثلاً نر جانوروں کا خصی کر دینا، غلاموں کو خواجہ سرا بنا دینا وغیرہ (تفسیر صافی)

ابنِ جریر نے بھی خَلقَ اللہ کے معنی دین اللہ کے لکھے ہیں اور اُنھوں نے یہ معنی ابنِ عباسؓ، مجاہد، عکرمہ تابعی سے نقل کیے ہیں اور دوسرے مفسرین نے بھی یہی معنی لکھے ہیں۔ (ابن جریر، قرطبی)

یہ بھی کہا گیا ہے کہ آفتاب پرستی، آگ پرستی، درخت پرستی، حیوان پرستی بھی اللہ کی خُلق کو تبدیل کرنا ہے۔ کیونکہ جو چیز محکوم تھی اُسے حاکم بنا لیا۔ اور شیطان کو دوست بنانے کے معنی یہی ہیں کہ احکامِ شریعت کو چھوڑ کر خود اپنے بنائے ہوئے طریقوں کو اختیار کیا جائے اور شیطان کے چیلوں کے بنائے ہوئے رسم و رواج اور تصوّرات کو دلیلِ راہ بنا لیا۔ (قرطبی)

دراصل یہاں جس ردّ و بدل کو شیطانی کام بتایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ انسان کسی چیز سے وہ کام لے جس کیلئے خدا نے اُسے پیدا ہی نہیں کیا ہے، اور کسی چیز سے وہ کام نہ لے جس کیلئے خدا نے اُسے پیدا کیا ہے۔ دوسرے یہ کہ خلافِ فطرت کام کرے۔ مثلاً: ہم جنس پرستی، رہبانیت، مردوں عورتوں کو بانجھ بنانا، مردوں کو خواجہ سرا بنانا، لڑکوں کو لڑکیاں بنانا، عورتوں سے وہ کام لینا اور اُن پر وہ ذمّے داریاں ڈالنا جن کیلئے وہ پیدا ہی نہیں کی گئی ہیں، لوہے سے ایسے سامان بنانا جو بے گناہوں کے خون کو بہانے کے کام آئیں وغیرہ۔ گویا یہ لوگ خدا کی بنائی ہوئی فطرت کو غلط سمجھ کر اس کو اپنی مرضی کے مطابق بدلنا چاہتے ہیں۔ (تفہیم)

www.drhasanrizvi.org

يَعِدُهُمۡ وَيُمَنِّيۡهِمۡ‌ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ (۱۲۰) (شیطان) تو اُن لوگوں سے وعدے کرتا
الشَّيۡطٰنُ اِلَّا غُرُوۡرًا ۝۱۲۰ ہے اور اُنھیں جھوٹی اُمیدیں دلاتا ہے
مگر شیطان کے سارے کے سارے وعدے سوا دھوکے کے کچھ بھی تو نہیں ہوتے[۱] (۱۲۰)

شیطان جبلِ ثُور پر چڑھ کر چیخنے لگا

[۱] حضرت امام جعفر صادق ؑ سے روایت ہے کہ جس وقت آیت نازل ہوئی کہ "وہ لوگ جس وقت کوئی بُرا کام کرتے ہیں یا اپنے نفسوں پر ظلم کرتے ہیں اور پھر اللہ کو یاد کریں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگ لیں، تو وہ خدا کو بڑا معاف کرنے والا پائیں گے" اِس آیت کے اُترنے پر ابلیس مکّے کے قریب ایک پہاڑ پر چڑھ گیا جس کا نام ثور ہے۔ اور بہت بلند آواز سے اپنے عفریتوں پر چیخا۔ سب اُس کے پاس جمع ہو گئے۔ اُس نے بتایا کہ آج یہ آیت نازل ہوئی ہے پس کون ہے جو اِس کا توڑ کر سکے۔ ایک عفریت نے کہا کہ میں اس کام کے لیے حاضر ہوں۔ ابلیس نے کہا، تُو اِس کا اہل نہیں۔ پھر دوسرا کھڑا ہوا اُس نے اپنی ترکیب بتائی۔ ابلیس نے کہا، تُو بھی اِس کا اہل نہیں۔ اِس پر وسواس الخنّاس کھڑا ہوا۔ اور کہا کہ یہ کام میں کروں گا۔ ابلیس نے پوچھا: کس طرح؟ اُس نے کہا "میں اُن گناہ کرنے والوں سے دُنیا کے فائدوں کے ملنے کا وعدے پر وعدہ کروں گا۔ اور اُن کو خوب اُمیدیں دلواؤں گا، یہاں تک کہ گناہ کریں، پھر یہی چال چلکر اُنھیں خدا سے معافی مانگنا ہی بھلوا دوں گا۔" ابلیس نے کہا تُو اس کام کا واقعی اہل ہے۔ اور اُسے اِس کام پر قیامت تک کیلئے مقرّر کر دیا۔

(تفسیر صافی صفحہ ۱۲۱ بحوالہ المجالس)

www.drhasanrizvi.org

شیطان کے (جھوٹے) وعدوں کا مطلب

شیطان کے جھوٹے وعدوں کا مطلب یہ ہے کہ "یہ عقیدہ رکھا جائے کہ حشر نشر کوئی چیز نہیں، حساب کتاب کوئی چیز نہیں، جو کچھ ہے بس یہی مادی دنیا ہے : ؎

ع بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

یعنی : بابر عیش کرے، کیونکہ دنیا اور اس کی سج دھج پھر دوبارہ ملنے والی نہیں۔ یہی عقل جزوی کا سب سے بڑا معیار ہے۔ وحی کی کوئی حقیقت نہیں، جو کچھ ہے بس یہی مادی قوانین ہیں، اِن کے اوپر کوئی خدا یا خدا کی مشیت حاکمِ اصلی نہیں۔ فحش کاموں میں کوئی حرج نہیں وغیرہ وغیرہ (ماجدی)

غرض شیطان کا سارے کا سارا کاروبار ہی جھوٹے وعدوں اور جھوٹی اُمیدوں کے دلانے کے بل پر چل رہا ہے۔ وہ لوگوں کو غلط راستے پر چلانے کے لیے اُن کو سبز باغ دکھاتا ہے۔ کسی کو جنسی لطف و لذت کے باغات، کسی کو مالی منفعتوں کے باغات، کسی کو جھوٹی شہرت، عزت، ناموری اور کامیابیوں کے وعدے، کسی کو کرسی اور سربلندی کی توقعات، کسی کو یہ بھروسہ دیتا ہے کہ نہ عذاب ہے، نہ آخرت، بس مر کر مٹی ہو جانا ہے اور پھر کسی کو یہ غلط اُمیدیں کہ فلاں بزرگ کی وجہ سے تم بچ جاؤ گے، لہٰذا جتنے چاہو گناہ کرلو۔ غرض جس کو جیسا دیکھا اُس کو ویسا ہی باغ دکھایا اور پھانس لیا۔

(تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.org

اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۫ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ۝۱۲۱ (۱۲۱) اِن لوگوں کا (جو اُس کے وعدوں پر بھروسہ کرتے ہیں) ٹھکانا جہنّم ہے۔ اور وہ لوگ اُس سے چھٹکارا پانے کا کوئی طریقہ نہ پائیں گے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ۝۱۲۲ (۱۲۲) اب رہے وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے تو اُنھیں ہم عنقریب ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ہمیشہ ہمیشہ وہیں رہیں گے۔[ف] یہ اللہ کا سچّا وعدہ ہے۔ اور (بھلا) اللہ سے بڑھ کر کون اپنی بات کا سچّا ہوگا۔

نیک کام کرنے والے مومنوں کیلئے جنّتوں میں ہمیشگی کی رہائش

[ف] اچھّے اچھّے کاموں کے ساتھ خدا اور رسولؐ پر ایمان کی شرط بہت ضروری ہے۔ کیونکہ عملِ صالح کے لیے صالح اور اچھّے محرّک کا ہونا لازمی شرط ہے۔ اگر نیک کام ریاکاری، نمائش یا کسی اور مادّی فائدے کے لیے کیا جائے تو وہ عمل بظاہر اچھّا لگتا ہے لیکن حقیقتًا اچھّا نہیں ہوتا۔ اِسی اخلاصِ عمل کو ایمان کہتے ہیں، اس کے بغیر عملِ صالح صرف صورتًا صالح ہوگا، حقیقتًا صالح نہ ہوگا۔ بغیر اخلاصِ نیّت یا ایمان کے کسی عمل کو عملِ صالح کہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(ماجدی)

www.drhasanrizvi.org

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝ ۱۲۳

(۱۲۳) نہ تو تمھاری آرزوؤں ہی سے کچھ ہوتا ہے اور نہ اہلِ کتاب کی تمناؤں سے کچھ ہو سکتا ہے۔ (ہونا تو بس یہ ہے کہ) جو کوئی بھی برائی کرے گا، وہ اُس کی سزا پائے گا۔ اور اللہ کے مقابلے پر کسی کو اپنا سرپرست یا مددگار بھی نہ پائے گا۔

مختلف بلاؤں وغیرہ کے سبب سے نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے

حضرت اسماعیل بن امام جعفر صادقؑ نے اپنے والدِ محترم سے عرض کی کہ ہمارے گناہگاروں کے بارے میں آپؑ کیا فرماتے ہیں؟ تو امامؑ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (تفسیر صافی ص۱۲۲ بحوالہ عیون اخبار الرضاؑ)

حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت کہ "جو شخص بھی برائی کریگا اُسکا بدلہ پائے گا" نازل ہوئی تو اصحابِ رسولؐ میں سے کسی نے کہا کہ یہ آیت کسقدر سخت ہے۔ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "کیا تمہاری جانوں مالوں اور اولاد پر کچھ بلائیں نہیں آتیں"؟ عرض کی، ضرور آتی ہیں۔ فرمایا: "بس اُن کے سبب سے خدا تمہارے نامۂ اعمال میں نیکیاں لکھا جائے گا، اور تمہارے گناہ مٹاتا جائے گا۔" (تفسیر صافی ص۱۲۲ بحوالہ تفسیر عیاشی)

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ "خدا کو جب کسی بندے کی عزت کرنی مقصود ہوتی ہے اور اُس کے ذمے کوئی گناہ بھی ہوتا ہے، تو اللہ اُسے کسی مرض میں مبتلا کر دیتا ہے (تاکہ وہ گناہ ختم ہو جائے) یا اگر یہ نہ کیا تو اُس کی موت کو اُس پر سخت کر دیتا ہے تاکہ اس کے گناہ کی مکافات ہو جائے۔" (کافی)

www.drhasanrizvi.org

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ (۱۲۴) اور جو کوئی بھی نیک کام کرے گا،
مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ خواہ وہ مرد ہو یا عورت، جبکہ وہ مومن
مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ بھی ہو تو یہی لوگ جنّت میں داخل
الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ۝ ۱۲۴ ہوں گے، اور اُن پر ذرا سا بھی ظلم نہ ہوگا۔

(پچھلے صفحے کا بقیہ) " اَمَانِيِّ " کے معنی میں ایسے غلط تصوّرات شامل ہیں کہ مثلاً ہم کیونکہ مومن ہیں، رسولؐ اور آلِ رسولؐ کو ماننے والے ہیں، اِس لیے ہمیں گناہوں سے کچھ نقصان نہ ہوگا۔ اِنھیں غلط قسم کی توقّعات کے بارے میں یہاں خدا نے صاف صاف بتا دیا کہ " نہ تمھارے خیالاتِ خام سے کچھ ہوتا ہے اور نہ اہلِ کتاب کے۔" (تفسیر علی ابن ابراہیم)

اعمالِ صالح کے ساتھ ایمان کی شرط

۵ محققین نے نتیجہ نکالا کہ آخرت کی جزا، اصل میں عمل کے مراتب ہی کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ ایمان اُس عمل کی صحت کا ضامن ہوتا ہے یعنی اگر ایمان ہی نہ ہوگا تو عمل کو دیکھا ہی نہ جائے گا۔ ایمان ہوگا تو پھر جیسے اعمال ہوں گے ویسی ہی جزا ہوگی۔ (فصل الخطاب)

پچھلی آیتوں میں برائیوں پر سزا کا اعلان ہے۔ اور اِس آیت میں ایمان کی شرط کے ساتھ نیک اعمال پر جنّت کی بشارت دی جا رہی ہے۔ اِس طرح ایک مومن کو اُمید اور خوف کے درمیان، دونوں میں سمو کر رکھ دیا ہے۔ یہی جوہرِ ایمانی ہے اور تحریکِ عمل بھی ہے اور تحریکِ اصلاح بھی۔ اِسی سے فرائض کی ادائیگی کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ (مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.org

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ (۱۲۵) اور اُس سے بہتر کس کا دین (طریقہ
اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ زندگی) ہوگا جو خود کو اللہ کے سپرد کردے
مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ اس حال میں کہ وہ اچھے کام کرتا رہے[1]
حَنِيْفًا ؕ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ اور غلط راستوں سے ہٹ کر ابراہیم کے
خَلِيْلًا ۝۱۲۵ بالکل سیدھے طریقے کی پیروی کرے (کیونکہ
اللہ نے ابراہیمؑ کو اپنا خاص دوست[2] بنایا تھا

حنیف اور خلیل کی وضاحت

ع "حنیف" کے لفظی معنیٰ "مڑنے والا" یعنی غلط راستوں سے ہٹ کر سیدھے راستے پر قائم رہنے والا' ہوتا ہے۔ (جلالین)

اور خود کو اللہ کے سپرد کر دینے کے معنی خدا کی مکمّل اطاعت کرنا اور صرف اُس کی خوشی حاصل کرنے کے لیے خلوص کے ساتھ عمل کرنا ہوتا ہے۔ اور "خلیل" کے معنی خاص دوست (جلالین)

ل خدا کا یہ فرمانا کہ "وہ محسن" یعنی مخلص یا نیک کام کرنے والا بھی ہو" اِس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کی اطاعت دل سے ہو منافقانہ نہ ہو۔ اور صرف زبانی جمع خرچ نہ ہو بلکہ عملاً نیک کام کرنے والا ہو، خدا کی اطاعت عقائد میں بھی ہو اور عمل میں بھی۔ (از ابن عباسؓ و ابن کثیر)

ے اور خدا کا حضرت ابراہیمؑ کو "خلیل" کہنے کا مطلب یہ ہے کہ "خُلّۃ" خالص محبت کو کہتے ہیں اور خلیل مخلص دوست کو کہتے ہیں جس کی محبت میں کوئی خلل نہ ہو۔ خدا نے ابراہیم کو خلیل اِس لیے فرمایا کہ خدا نے اُن سے محبت کی اور اُن کو چنا۔ غرض خُلّت خدا کے قریب اور مقبولیت کا بہت اعلیٰ مقام ہے۔ (تاج - معالم - قرطبی)

www.drhasanrizvi.org

وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ کَانَ اللّٰهُ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطًا ۱۲۶ ع ۱۸/۱۵

(۱۲۶) اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے (سب کا سب) اللہ ہی کا ہے۔ اور اللہ ہر چیز پر حاوی ہے۔ (۱۲۶)

اللہ کی قدرت ہر شے پر مکمّل حاوی ہے

اِس آیت میں اللہ کے کمالِ قدرت، وسعتِ سلطنت اور احاطہ علم کو بیان کیا جارہا ہے کہ کائنات کی کوئی چھوٹی یا بڑی چیز خدا کی سلطنت ملکیت سے باہر نہیں اور نہ خدا کے احاطۂ علم سے باہر ہے۔

(ماجدی)

مطلب یہ ہے کہ اللہ کے آگے سرِ تسلیم خم کردینا اور خودسری اور خودمختاری سے باز آجانا اس لیے بہترین طریقہ ہے کہ یہ حقیقت کے عین مطابق ہے۔ کیونکہ جب اللہ ہی زمین و آسمان کی تمام چیزوں کا مالک ہے، تو انسان کو بھی اپنے اختیار سے خود کو خدا کے حوالے کردینا چاہیے۔ یعنی خدا کی بندگی اور اطاعت پر راضی ہوکر خدا سے سرکشی چھوڑ دینا چاہیئے۔

(تفہیم)

www.drhasanrizvi.org

وَ يَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ۝١٢٧	(۱۲۷) اور لوگ آپؐ سے (یتیم) لڑکیوں کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں۔ کہدیجیے اللہ اُن کے بارے میں تمھیں اپنا حکم بتاتا ہے، جو اُس کی کتاب میں سے تمھیں پڑھ کر سُنایا جاتا ہے۔ جن کا جو حق مقرّر ہے وہ تو تم دیتے نہیں ہو، اور یہ چاہتے ہو کہ اُن سے نکاح کرلو۔ اور بے بس لڑکوں کے بارے میں (بھی بتاتا ہے) اور یہ کہ تم یتیموں کے ساتھ انصاف کرو۔ اور جو اچھّا کام بھی تم کروگے تو اللہ اُس سے پوری طرح واقف ہے۔

اسلام میں چھوٹے یتیم بچّوں اور عورتوں کے حقوقِ میراث

حضرت امام محمّد باقرؑ سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ "ایامِ جاہلیت میں لوگ چھوٹے بچّوں اور عورتوں کو میراث نہیں دیتے تھے کہ سوا اُس شخص کے جو لڑائی لڑ سکے اور دشمن کو دفع کرسکے اور کسی کو ہم میراث نہ دیں گے۔ اِس پر اللہ نے میراث کی وہ آیتیں نازل فرمائیں جو اِس سورے کے اوّل میں ہیں۔ اور یہی مطلب ہے اِس آیت کا کہ "جو کچھ تم پر ان یتیم عورتوں کے بارے میں پڑھا جاتا ہے، جن کو تم اُن کا مقرّرہ حصّہ نہیں دیتے"

(تفسیر صافی ص۱۲۳ بحوالہ تفسیر مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.org

اہلِ جاہلیت اس میراث کو نہ دینے کو اپنے نزدیک بہت اچھا سمجھتے تھے۔ اس لئے جب خدا نے میراث کی آیتیں نازل کیں تو وہ اس پر بہت ناراض ہوئے اور کہنے لگے چلو ہم رسولِ خدا سے اس مسئلے پر بات کرتے ہیں تاکہ وہ اس حکم پر عمل کرنا چھوڑ دیں۔ یا اسے بدل دیں۔ غرض وہ رسولِ خداؐ کے پاس آئے اور عرض کی کہ لڑکی کو باپ کے ترکے میں سے بھائی کے مقابلے پر آدھا ملے گا اور چھوٹے بچّے کو بھی میراث دی جائے گی، حالانکہ ان میں سے نہ تو کوئی گھوڑے پر چڑھ سکتا ہے اور نہ دشمن سے لڑ سکتا ہے، اور نہ اُن کو مالِ غنیمت میں سے حصّہ مل سکتا ہے۔ اس پر جناب رسولِ خداؐ نے جواب دیا: "ہاں، مجھے اسی طرح حکم دیا گیا ہے۔" (تفسیر قمیؒ)

غرض آیت کا پیغام یہ ہے کہ کتاب میں جو احکام تمھارے سامنے پیش ہوتے ہیں وہ اُن یتیم لڑکیوں کے بارے میں ہیں۔ اُن سے اس طرح نکاح نہ کرو کہ اُن کو مہر بھی ادا نہ کرو۔ اور نہ دوسرے حقوق ادا کرو۔ نیز اس آیت میں کمزور یتیم لڑکوں کے بارے میں بھی احکامات ہیں جو اپنے مال کی خود حفاظت نہیں کر سکتے۔ اُن کے ساتھ انصاف سے کام لو۔

یتیموں اور عورتوں کے حقوق آج معمولی سی بات معلوم ہوتے ہیں، مگر ان احکامات کا اندازہ تاریخ کے مطالعے سے معلوم ہوگا کہ اُس زمانے میں یتیموں اور عورتوں پر کس قدر بھیانک ظلم کیے جاتے تھے۔ یہاں تک کرتے تھے کہ اگر یتیم لڑکیاں خوبصورت نہ ہوتیں تو نہ تو خود اُن سے شادی کرتے اور نہ کسی دوسرے کو اُن سے شادی کرنے دیتے تاکہ اُن کا مال ہاتھ سے نہ چلا جائے۔

(از ابنِ عباسؓ، ابنِ جریر از الحسن، قرطبی)

www.drhasanrizvi.org

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ (۱۲۸) اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کیطرف
بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا سے کسی زیادتی یا بدسلوکی کا خطرہ ہو تو
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا اَنْ اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ آپس میں
يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ صلح صفائی کرلیں۔ اور صُلح تو اچھی
وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ وَاُحْضِرَتِ چیز ہے (کیونکہ) دل تو کنجوسی کی طرف
الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ؕ وَاِنْ تُحْسِنُوْا مائل ہوتا ہی ہے، لیکن اگر تم ان کے
وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا ساتھ اچھائی کرو اور خدا سے ڈرتے
تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۱۲۸ ہوئے برائی سے بچو تو پھر یقیناً اللہ تمھارے
کاموں کو خوب اچھی طرح جانتا ہے۔

نُشُوزًا، شُحّ اور تقویٰ کی مختصر تشریح

شریعت نے شوہر پر جو حقوق واجب کیے ہیں
یعنی نان نفقہ دینا، بیوی کی تمام جائز ضرورتیں پوری کرنا، ازدواجی تقاضے پورے کرنا، بیوی سے ربط
قائم رکھنا وغیرہ۔ اگر شوہر ان فرائض کو ادا نہیں کرتا تو وہ "ناشز" کہلاتا ہے (جلالین)

شیخ طوسیؒ نے "شُحّ" اور "بخل" میں یہ فرق بتایا ہے کہ بخل مال میں کنجوسی کرنے کو کہتے ہیں، اور
"شُحّ" مقام، عزت، اعزاز وغیرہ حاصل کرنے کی خواہش کو کہتے ہیں۔ نیز ہوس کی زیادتی کہا ہے۔
(تبیان)

قرآن میں جہاں جہاں حسنِ معاشرت یا میاں بیوی کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہاں اکثر ایک جامع
لفظ "تقویٰ" لایا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ گھر والوں سے اچھا سلوک کرنا تقویٰ کا لازمی حصہ ہے۔
(ماجدی)

www.drhasanrizvi.org

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا (۱۲۹) بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۱۲۹

اور تم سے یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ تم اپنی بیویوں کے ساتھ پوری پوری برابری کا سلوک کرو، چاہے تم اس کے کتنے ہی خواہشمند بھی کیوں نہ ہو۔ مگر ایک بیوی کی طرف اس طرح تو نہ جھک جاؤ کہ دوسری کو بیچ میں لٹکا ہوا چھوڑ دو۔ اگر صلح رکھتے ہوئے اپنا طرزِ عمل ٹھیک رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو یقیناً اللہ بڑا ہی معاف کرنیوالا بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے۔

بیویوں میں ممکنہ عدالت قائم کرو

حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: "ہر بیوی سے ہر معاملے میں ہر طرح مساوات برتنا ضروری ہے۔" (تفسیر صافی صـ۱۲۳)

امام صادق آلِ محمدؐ نے فرمایا کہ "جناب رسول خداؐ اپنی بیماری تک کے زمانے میں اپنی بیویوں کے درمیان باری تقسیم فرماتے تھے۔ اور باری باری سب کے پاس جاتے تھے۔ حضرت علیؑ کے نکاح میں جناب فاطمہؑ کے بعد دو عورتیں تھیں آپؑ ایک کی باری کے دن دوسری کے گھر وضو تک نہیں فرماتے تھے۔" (صافی بحوالہ مجمع البیان ۱۲۳)

اور آخر میں خدا کا یہ فرمانا کہ "وہ چشم پوشی (بڑا ہی معاف کرنیوالا) رحم کرنیوالا ہے" کا مطلب یہ ہے کہ اگر حتی الامکان تم نے جان بوجھ کر اپنی بیویوں سے جو تمہارے دل سے اتر گئی ہیں، ظلم نہ کیا اور انصاف سے کام لینے کی پوری پوری کوشش کی، تو فطری مجبوریوں کی وجہ سے جو تھوڑی بہت ناانصافی یا کوتاہی تم سے ہو جائے گی، اس کو خدا معاف فرمائے گا (انشاء اللہ) (کیونکہ اللہ رحیم ہے)

(تفہیم القرآن از مولانا مودودی)

www.drhasanrizvi.org

وَ اِنۡ یَّتَفَرَّقَا یُغۡنِ اللّٰہُ کُلًّا (۱۳۰) اور اگر (میاں بیوی) دونوں الگ
مِّنۡ سَعَتِہٖ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ وَاسِعًا ہی ہو جائیں، تو اللہ ہر ایک کو اپنے
حَکِیۡمًا ﴿۱۳۰﴾ فضل و کرم سے عطا کرے گا (کیونکہ)
اللہ کا دامنِ رحمت بہت وسیع ہے اور وہ اپنی حکمت و مصلحت سے ٹھیک ٹھیک کام کرنے والا ہے۔

(از آیت ۱۲۹) ایک عدل تو وہ ہے جو بیویوں کے درمیان کرنا لازمی ہے مثلاً راتوں کی تقسیم، نان نفقہ ضروریاتِ زندگی فراہم کرنا وغیرہ۔ یہ عدل کرنا تو واجب ہے۔ اگر یہ عدل نہ کرسکے تو دوسری شادی کر ہی نہیں سکتا۔ مگر یہاں جس عدل کی بات ہو رہی ہے وہ محبت میں یکسانی ہے۔ (جلالین)

اس لیے اس آیت میں اور سورے کی ابتدائی آیتوں میں تضاد نہیں ہے۔ محبت میں یکسانی بہت مشکل امر ہے۔ خالق نے خود فرما دیا کہ ایسا تم نہ کرسکو گے۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ عدل واجب نہیں۔ (مجمع البیان)

غرض یہاں اُس عدل کی بات ہو رہی ہے جو تعددِ ازواج کی لازمی شرط نہیں ہے۔ اس لئے اس آیت سے یہ نتیجہ نکالنا کہ تعددِ ازواج جائز نہیں، غلط ہے۔

ایک دہریے (مومن الطاق) نے امام محمد باقرؑ کے سامنے انھیں دونوں آیتوں کو پیش کیا اور ان میں تضاد ثابت کرنے کی کوشش کی تو امامؑ نے فرمایا: "خدا نے جو پہلے یہ فرمایا ہے کہ: 'اگر تمھیں یہ خوف ہو کہ تم عدل نہ کرسکو گے تو بس ایک ہی بیوی رکھو' تو وہاں عدل برتنے کے معنی نان نفقہ میں عدل کرنا ہے۔ اب یہاں جو ارشاد ہوا کہ: 'تم ہرگز عدالت نہ کرسکو گے' تو اس سے مراد یکسانی محبت ہے۔ کوئی شخص اس پر قدرت نہیں رکھتا کہ دو بیویوں میں محبت کے لحاظ سے بالکل مساوات قائم رکھے۔" (تبیان)

www.drhasanrizvi.org

وَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ وَصَّیْنَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَ اِیَّاکُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَاِنْ تَکْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَکَانَ اللّٰهُ غَنِیًّا حَمِیْدًا ۝ ۱۳۱

(۱۳۱) اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے سب اللہ کا ہے۔ اور تم سے پہلے بھی جنھیں ہم نے کتاب دی تھی اُنھیں بھی یہی ہدایت کی تھی، اور ہم تم کو بھی یہی ہدایت کرتے ہیں کہ ہر کام خدا سے ڈرتے ہوئے کیا کرو،[لہ] لیکن اگر تم یہ بات نہیں مانتے (تو نہ مانو بہرحال) یقیناً آسمانوں اور زمین کی تمام چیزیں تو اللہ ہی کی ہیں۔ اور اُسے تمھارے ماننے (نہ ماننے) کی کوئی پرواہ بھی تو نہیں ہے۔ وہ تو تمام تر تعریفوں ہی کا مستحق ہے۔ (۱۳۱)

اللہ بار بار تقوٰی کی طرف توجہ دلاتا ہے۔

لہ انسانی زندگی کی اصلاح کا سنگِ بنیاد تقوٰی ہے۔ اِسی لیے قرآن اِس کی بار بار تاکید کرتا ہے۔ عیسائیوں کا دعوٰی ہے کہ اُن کے مذہب کی بنیاد خوفِ خدا پر نہیں بلکہ خدا کی محبت پر ہے۔ حالانکہ یہ دعوٰی انجیل کے خلاف ہے۔ انجیل میں خوفِ خدا اور خدا کی ناراضگی سے بچنے پر بڑا زور دیا ہے مثلاً: "اُسی خدا سے ڈرو جو روح اور بدن دونوں کو جہنّم میں ہلاک کر سکتا ہے۔" (متی ۱ : ۲۸)

"اُس سے ڈرو جس کو قتل کرنے کے بعد یہ بھی اختیار ہے کہ جہنّم میں ڈال دے۔ ہاں میں تم سے کہتا ہوں کہ اُسی سے ڈرو۔" (لوقا ۱۲ : ۵)

www.drhasanrizvi.org

وَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَکَفٰی بِاللّٰهِ وَکِیْلًا ۝ ۱۳۲

(۱۳۲) اور اللہ ہی اُن تمام چیزوں کا مالک ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور وہ تمام کام بنانے کے لیے بہت کافی ہے۔

اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ اَیُّهَا النَّاسُ وَیَاْتِ بِاٰخَرِیْنَ ؕ وَکَانَ اللّٰهُ عَلٰی ذٰلِكَ قَدِیْرًا ۝ ۱۳۳

(۱۳۳) اے لوگو! (سُن لو) اگر وہ چاہے تو تم سب کو ختم کر دے اور (تمہاری جگہ) دوسروں کو لے آئے۔[ف] اور اللہ اِس پر پوری پوری قدرت رکھتا ہے۔

"دوسروں" سے مراد ایرانی قوم ہے

[ف] حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے، کہ:

"جس وقت یہ آیت اُتری تو جنابِ رسولِ خداؐ نے حضرت سلمانؑ فارسی کی پُشت پر ہاتھ مار کر فرمایا "اٰخَرِیْنَ" یعنی اگر خدا چاہے تو تمھیں لے جائے اور دوسروں کو لے آئے" تو دوسروں سے مراد اِس کی قوم ہے یعنی ایرانی عجمی" (تفسیر صافی ص ۱۲۳)

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ تم خدا کے احکامات پر عمل نہ کر کے خدا کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔ یہ تو خدا کا حکیمانہ، حلیمانہ، مشفقانہ انداز ہے کہ وہ تمھارے گناہوں کے باوجود تمھیں چھوڑے ہوئے ہے۔ ورنہ اگر وہ چاہے تو ایک لمحہ کے اندر تمھیں نیست و نابود کر کے دوسری قوم پیدا کر دے جو خدا کی اطاعت کریں۔ (مجمع البیان - فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.org

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا (۱۳۴) فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۠

جو شخص صرف دُنیا کا صِلہ چاہتا ہے تو خدا کے پاس تو دُنیا اور آخرت دونوں کا صِلہ موجود ہے۔ اور اللہ خوب سُننے والا اور خوب دیکھنے والا ہے۔

ع ۱۹ ۱۶

اللہ کے پاس دُنیا اور آخرت دونوں کا ثواب ہے

اللہ سے دُنیا اور آخرت دونوں کا ثواب اکٹھا طلب کرنا چاہیے۔ اور اس سے زیادہ ذلیل کوئی بات نہیں کہ اعلیٰ اور اشرف کو چھوڑ کر ادنیٰ پر اکتفاء کی جائے، جبکہ اشرف چیز کے حاصل ہونے سے ادنیٰ چیز ضائع نہیں ہوتی۔ (کافی ص۱۲۲)

حضرت امام جعفر صادقؑ نے اپنے آباءِ طاہرینؑ کے ذریعے سے روایت فرمائی ہے کہ امیرالمومنین حضرت علیؑ نے فرمایا کہ "پرانے زمانے کے حکماء اور فقہاء جب ایکدوسرے کو کچھ لکھا کرتے تھے تو تین باتیں ہی لکھا کرتے تھے۔ (۱) جس کو صرف آخرت کی فکر ہوگی، خدا خود اُس کی دُنیا کی فکر فرمائے گا۔

(۲) جو شخص اپنے باطن کی اصلاح کی فکر کرے گا اللہ خود اُس کے ظاہر کی اصلاح فرما دے گا۔

(۳) جو شخص اپنے ذمّے خدا کے حقوق کو ادا کر دے گا، بندوں کے جو حقوق اُس کے ذمّے ہوں گے، خدا اُن کو ادا فرما دے گا۔" (کافی ۔ الخصال)

امام صادق آلِ محمدؑ سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "کچھ لوگ ایسے ہیں کہ دُنیا اُنکی طلبگار ہے اور بہت سے ایسے ہیں کہ وہ خود دُنیا کے طلبگار رہیں۔ پس جو دُنیا کے طلبگار ہیں، موت اُنکے پیچھے پڑی ہوئی ہے کہ اُنھیں دُنیا سے نکال کرے۔ مگر جو آخرت کے طلبگار ہیں، خود دُنیا اُنکی طلبگار رہے گی جب تک اُنکا رزق ختم نہ ہو جائے۔"

(مَن لایحضرہُ الفقیہ)

www.drhasanrizvi.org

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا (۱۳۵) اے ایمان والو! تم انصاف پر خوب

قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۟ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝۱۳۵

قائم رہنے والے اور اللہ کے لیے گواہی دینے والے رہو۔[۱] چاہے وہ گواہی خود تمہارے یا تمہارے رشتے داروں ہی کے خلاف کیوں نہ ہو۔ وہ امیر ہو یا غریب، اللہ بہرحال تم سے زیادہ اُن کا خیر خواہ ہے۔[۲] لہٰذا انصاف کے موقع پر نفسانی خواہش کی پیروی نہ کرنا۔ اور اگر تم نے حقیقت کو بدلا یا سچائی سے پہلو بچایا تو یقین جانو کہ تم جو کچھ بھی کرتے ہو خدا کو اُس کی خبر ہے۔

انصاف پر جمے رہو، اللہ کیلیے گواہی دو

[۱] "اللہ کا گواہ" یعنی حقیقت کا ترجمان اور حق کا ظاہر کرنے والا۔ مطلب یہ ہے کہ حق کے اظہار کیلیے اپنے پرائے کا فرق نہ کرنے والا۔ (شاہ ولی اللہ)

حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا: "ایک مومن کا دوسرے مومن پر واجب الادا حق ہے۔" (تفسیر علی بن ابراہیم)

[۲] خدا کا یہ فرمانا کہ: "اللہ اُن دونوں کا تم سے زیادہ بھی خواہ ہے۔" یعنی وہ تم سے زیادہ اُنکو فائدہ پہنچانا چاہتا ہے مگر خدا اِس بات کو پسند نہیں کرتا کہ تم جھوٹی گواہیاں دے کر کسی مسلمان کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرو۔ (فصل الخطاب)

سبق پڑھ پھر صداقت کا، شجاعت کا، عدالت کا
لیا جائیگا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا
(اقبال)

www.drhasanrizvi.org

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝۱۳۶

(۱۳۶) اے ایمان لانے والو! اللہ پر اور اُس کے رسولؐ پر، اور اُس کی کتاب پر جو اُس نے اپنے رسولؐ پر اُتاری ہے (پوری طرح) ایمان لاؤ۔ اور پھر اُس کتاب پر بھی جو اللہ پہلے اُتار چکا ہے، اور جو کوئی بھی اللہ، اور اُسکے فرشتوں، اور اُسکی کتابوں، اور اُسکے پیغمبروںؐ اور آخرت کے دن کا انکار کریگا، تو وہ گمراہی میں بھٹک کر بہت دور نکل گیا۔

اللہ ایمان والوں کو مزید ایمان کی دعوت دے رہا ہے

لہ پہلے فرمایا "اے ایمان لانے والو!" اِس سے معلوم ہوا کہ وہ ایمان لا چکے ہیں۔ پھر فرمایا: "ایمان لاؤ" تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ شروع میں جو ایمان تھا وہ اجمالی تھا۔ یعنی بس یہ یقین ہوگیا کہ اسلام سچا مذہب ہے۔ کوئی معجزہ دیکھ کر یا کوئی آیت پڑھ کر۔ یا کسی دلیل کی بنا پر۔ اب ان کو حکم دیا جارہا ہے کہ "مفصّل ایمان لاؤ" یعنی ارکانِ اسلام اور اسلامی تعلیمات کو پوری پوری طرح سمجھ کر دل سے قبول اور تصدیق کرو (شاہ ولی اللہ)

یا اِس کے معنی یہ بھی ہیں کہ جنھوں نے کسی بھی طرح اپنے کو مسلمان ظاہر کیا ہے، خواہ مسلمان باپ کے بیٹے ہونے کی وجہ ہی سے کیوں نہ ہو۔ اُن سے کہا جارہا ہے کہ اسلامی حقائق کو سمجھ کر دل سے مانو تاکہ فقط ظاہری مسلمان نہ رہو۔ باطنی اور حقیقی مسلمان بن جاؤ۔ (تبیان۔ تفسیر علی ابن ابراہیم)

www.drhasanrizvi.org

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيلًا ؕ (۱۳۷)

رہے وہ لوگ جو ایمان لائے پھر انکار کیا، پھر ایمان لاتے کے بعد بھی انکار کردیا، اور پھر اپنے کفر، انکار میں بڑھتے ہی چلے گئے، تو اللہ نہ تو اُن کو کبھی معاف کریگا، اور نہ اُنھیں سیدھا راستہ دکھاکر منزل تک پہنچائے گا۔

اللہ یہودیوں کی حرکتوں کا حال بیان فرما رہا ہے

یہاں اِن لوگوں سے "جو ایمان لائے" مراد یہودی ہیں جو حضرت موسیٰؑ پر ایمان لائے۔ اور وہ منافق بھی مراد ہیں جو رسولِ خداؐ پر ظاہری طور پر ایمان لائے۔ پھر اُنھوں نے کفر کیا، سے مراد وہ یہودی ہیں جنھوں نے گوسالہ پرستی کی اور منافق ہوگئے۔ پھر اُن کے ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بعد میں پھر ایمان لے آئے "پھر وہ کافر ہوگئے" سے وہ یہودی مراد ہیں جنھوں نے حضرت عیسےٰؑ کو نہ مانا۔ اِس طرح دوسری بار منافق ہوگئے۔ پھر اُن کے کفر کے بڑھ جانے، کا مطلب یہ ہے کہ پھر اُنھوں نے جنابِ رسولِ خداؐ کا بھی انکار کیا اور اسقدر انکار کیا کہ اسی انکار پر مرگئے
(تفسیر صافی صفحہ ۱۲۴)

غرض مخاطب وہ لوگ ہیں کہ جن کیلیئے دین محض ایک غیر سنجیدہ تفریح ہے۔ ایک کھلونا ہے جس سے وہ اپنی مرضی کے مطابق کھیلتے رہتے ہیں۔ جب دماغ میں ایک لہر اُٹھی تو مسلمان ہوگئے اور جب دوسری لہر اُٹھی تو کافر بن گئے۔ یا جب فائدہ مسلمان بننے میں نظر آیا تو مسلمان بن گئے اور جب دُنیا کی منفعت دوسری طرف نظر آئی تو اُس طرف جھک گئے۔ ایسے لوگوں کیلیئے خدا کے پاس نہ مغفرت ہے اور نہ ہدایت
(تفہیم)

www.drhasanrizvi.org

بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ (۱۳۸) منافقوں کو خوشخبری سُنا دیجیے
عَذَابًا اَلِيْمَا ۞ ۱۳۸ کہ اُن کے لیے بڑی تکلیف دہ سزا ہے
اِلَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ (۱۳۹) جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو
اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اپنا دوست اور سرپرست بناتے
اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ ہیں۔ کیا یہ لوگ اُن کے پاس عزّت
فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۞ ۱۳۹ حاصل کرنے کی تلاش میں جاتے ہیں؟
حالانکہ عزّت تو ساری ہی اللہ کے اختیار میں ہے

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ (۱۴۰) اور اللہ تو اسی کتاب میں پہلے ہی
اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ اُتار چکا ہے کہ تم جہاں کہیں بھی یہ
يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا سنو کہ اللہ کی آیتوں کا انکار کیا جا رہا ہے،
تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا اور اُن کا مذاق اُڑایا جا رہا ہے، تو تم وہاں
فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اُن کے ساتھ نہ بیٹھو جبتک کہ وہ لوگ کسی
اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ دوسری بات میں نہ لگ جائیں۔ ورنہ تم بھی اُنھیں
الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جیسے ہو جاؤ گے۔ ؎ یقیناً خدا منافقوں اور کافروں
جَهَنَّمَ جَمِيْعَا ۞ ۱۴۰ کو جہنم میں ایک ہی جگہ جمع کرنے والا ہے۔

؎ حضرت امام جعفر صادقؑ اور امام علی رضاؑ سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا نے
فرمایا: "جب تم کسی شخص کو حق کا انکار کرتے اور اہلِ حق کی بُرائی کرتے سنو تو اُس کے پاس سے

www.drhasanrizvi.org

اُٹھ جاؤ۔ اور پھر اُس کے پاس اُٹھنا بیٹھنا بند کردو۔"

(تفسیر صافی ص۱۲۴ بحوالہ کافی)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا ؐ نے فرمایا کہ "سُننے کو قوّت کے لیے خدا نے یہ بات واجب کی ہے کہ جن چیزوں کو سُننا خدا نے حرام کیا ہے اُن سے سُننے کی قوّت کو محفوظ رکھے۔ اس کے بعد آپ ؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ پھر فرمایا: "البتہ بھولنے کے مواقع کو خدا نے مستثنیٰ فرمایا۔ اور فرمایا "اگر شیطان تم کو بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھو۔" (تفسیر صافی ص۱۲۴ بحوالہ کافی)

خدا کا فرمانا کہ "اس حالت میں یقیناً تم بھی اُنھیں جیسے ہو جاؤ گے۔" یعنی تم بھی کافروں کی طرح گناہ گار اور منکر ہو جاؤ گے۔ اِس لیے کافروں کی ایسی محفلوں میں جانا جس میں دین کا مذاق اُڑایا جا رہا ہو فسق و فجور ہے، اور گناہ ہے۔"

(مدارک - جصّاص)

یہ کفر اور مذاق کرنے والے مکّے میں تو مشرکین تھے اور مدینے میں یہودی اور منافقین تھے لیکن آیت کا حکم عام ہے۔ بے دینی کا ہر مشغلہ اور کفر و انکارِ حق کا ہر مظاہرہ اس میں داخل ہے۔

"فقہا نے نتیجہ نکالا کہ فاسقوں کافروں کی محفلوں میں اُس وقت شرکت جائز ہے جب وہ فسق و فجور میں مشغول نہ ہوں۔" آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر ایک شخص اسلام کا دعویٰ کرنے کے باوجود کافروں کی ان صحبتوں میں شریک ہوتا ہے جہاں اسلام اور خدا کی آیتوں کا مذاق اُڑایا جاتا ہے اور وہ اُس مذاق کو سُنتا ہے اور محظوظ ہوتا ہے، تو پھر اس میں اور کافروں میں فرق ہی کیا رہا؟" (تفہیم)

www.drhasanrizvi.org

اِلَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ فَاِنْ	(۱۴۱) یہ منافق تمھارے لیے انتظار کر رہے ہیں
كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ	(کہ تم کو فتح ہوتی ہے یا ہارتے ہو) اگر تمھیں
قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ وَاِنْ	اللہ کی طرف سے فتح ہوگئی تو کہتے ہیں
كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ	کہ کیا ہم تمھارے ساتھ نہ تھے ؟ اور
قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَ	اگر کافروں کو کچھ کامیابی ہوگئی تو اُن سے
نَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ	کہتے ہیں کہ کیا ہم تمھارے خلاف لڑنے پر
فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ	قابو نہ رکھتے تھے، اور پھر ہم ہی نے تم کو
الْقِيٰمَةِ ۭ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ	مسلمانوں سے بچالیا۔ اب اللہ ہی قیامت کے
لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ	دن تمھارے درمیان فیصلہ کریگا۔ اور اللہ نے
سَبِيْلًا ۴۱ ۱۴۱	کافروں کو مسلمانوں پر اِس راہ سے غالب
	آنے کا کوئی راستہ نہیں رکھا۔

مومنوں پر کافروں کا غلبہ دلیل وحجت سے نہیں ہوسکتا

خدا کا فرمانا کہ " اللہ کافروں کے لیے مومنوں پر (غالب آنے کی) کوئی راہ ہرگز قرار نہ دے گا۔" اِس غالب آنے سے مراد حجّت یا دلیل سے غالب آنا ہے۔ چاہے کافر مادّی قوّت سے غلبہ حاصل کرلیں۔

حضرت امام علی رضا علیہ السّلام سے روایت ہے کہ "ایک شخص نے امامؑ سے عرض کی

www.drhasanrizvi.org

کر کوفے کے اردگرد ایک قوم رہتی ہے جس کا خیال ہے کہ امام حسینؑ شہید نہیں ہوئے بلکہ حنظلہ ابن سعد شامی کو خدا نے اُن کی شبیہ بنا دیا اور وہ قتل ہوا، اور امام حسینؑ حضرت عیسیٰؑ کی طرح آسمان پر اُٹھا لیے گئے۔ اور وہ لوگ قرآن کی اسی آیت سے دلیل پیش کرتے ہیں۔" حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا " وہ جھوٹے ہیں۔ اُن پر خدا کا غضب ہو اور لعنت ہو۔ وہ رسولِ خداؐ کی حدیثیں جھٹلانے کی وجہ سے کافر ہو گئے۔ کیونکہ جناب رسولِ خداؐ نے متواتر یہ خبر دی تھی کہ امام حسینؑ شہید (قتل) کیے جائیں گے۔ اور جو اُن سے بہتر تھے، یعنی حضرت علیؑ اور امام حسنؑ، وہ بھی قتل کیے جائیں گے (اور درجۂ شہادت پر فائز ہوں گے) اور ہم میں سے بھی کوئی ایسا نہیں ہے جو درجۂ شہادت پر فائز نہ ہو۔ اور میں ایک دھوکے سے قتل کیا جاؤں گا۔ اور اس بات کو میں اُس عہد کی وجہ سے جانتا ہوں جو رسولِ خداؐ سے مجھ تک پہنچا ہے۔ اور انھیں جبرئیلؑ نے خدا کی طرف سے پہنچایا تھا۔ اب رہی بات اِس آیت کی، تو اُس کا مطلب یہ ہے کہ خدا مومنوں پر کافروں کی حجّت کبھی غالب نہ آنے دے گا۔ خدا کافروں کی نسبت خبر دیتا ہے کہ اُنھوں نے انبیاءؑ کو قتل کیا مگر وہ انبیاءؑ پر اپنی حجّت کے ذریعے سے غالب نہیں آئے۔" (تفسیر صافی ص۱۲۴)

منافقین کا ذکر :-

آخر میں اُن لوگوں کا کردار بیان کیا گیا ہے جو دو رُخے ہوتے ہیں۔ اُدھر جائیں گے تو اُدھر کی سی کہیں گے۔ اِدھر آئیں گے تو اِدھر کی سی کہیں گے۔ مثلاً: کافروں سے کہیں گے "کیا ہم تم پر قابو نہ رکھتے تھے۔ اور پھر بھی ہم نے مسلمانوں سے

(باقی اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

(پچھلے صفحے کا بقیہ) تمہاری حفاظت کی۔" (جلالین)

کیونکہ یہ لوگ بھی بظاہر مسلمانوں کی جماعت میں شامل تھے، اس لیے خدا نے ارشاد فرمایا: "اللہ تمہارے اور ان کے درمیان فیصلہ کرے گا۔" "تمہارے" کا لفظ مومن اور منافق دونوں پر حاوی ہے۔ مگر جب روزِ قیامت فیصلہ ہوگا تو مومن، منافق الگ الگ ہو جائیں گے۔ مومن جنّت میں اور منافق جہنّم میں۔ (جلالین)

مسلمانوں کے لیے فتح کا لفظ استعمال فرمایا ہے کہ اس لفظ میں شان اور عظمت ہے اور کافروں کے لیے "نصیب" یعنی حصّہ کا لفظ استعمال کیا جس میں حقارت اور پستی ہے۔ (کشّاف)

امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالبؑ علیہ السلام سے فرمایا: "قیامت کا دن فیصلے کا دن ہے، اور یہاں مراد روزِ قیامت ہے۔" یہی تمام اہلِ تاویل نے فرمایا ہے۔ (از ابن عباسؓ، بیضاوی، قرطبی)

یاد رہے کہ ہر زمانے کے منافقوں کی یہی خصوصیت ہوا کرتی ہے کہ وہ اسلام کا دعویٰ کر کے مسلمان ہونے کے لحاظ سے جتنے فائدے حاصل کر سکتے ہیں، وہ حاصل کرتے ہیں۔ اور کافروں کے سامنے کافر ہونے کا یا غیر متعصّب مسلمان ہونے کا دعویٰ کر کے یہ بتاتے ہیں کہ ہماری وفاداریاں تمہارے ساتھ ہیں۔ کافروں جیسے انداز اختیار کر لیتے ہیں اور اس طرح کافروں سے بھی خوب منفعتیں حاصل کرتے ہیں۔ (تفہیم) "گویا گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے رہتے ہیں۔"

؎ حقیقتِ ابدی ہے مقامِ شبیری ٭ بدلتے رہتے ہیں اندازِ کوفی و شامی
(اقبال)

www.drhasanrizvi.org

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ (۱۴۲) یقیناً یہ منافق اللہ کو دھوکہ دینا چاہتے
اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَ ہیں، حالانکہ وہ خود اُنھیں دھوکے
اِذَا قَامُوْۤا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا میں رکھ (چھوڑ) رہا ہے۔ اور جب یہ منافق
كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ نماز کیلیے کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی ہی
وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ ۝ سُستی و کاہلی کے ساتھ، صرف لوگوں
دکھانے کے لیے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ وہ خدا کو تو بہت ہی کم یاد کرتے ہیں۔ ۱ (۱۴۲)

منافقوں کا طریقہ، نماز اور ذکرِ خدا دھوکہ ہے

۱ جو شخص کوئی عمل کسی کو دکھانے کی غرض سے کرتا ہے، تو وہ اُس کی موجودگی ہی میں کرتا ہے۔ تاکہ وہ اُسے دکھا سکے۔

امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام سے روایت ہے کہ "جو شخص چھپا کر خدا کو یاد کرتا ہے، وہ یقیناً خدا کو بہت یاد کرنے والا ہے۔ اور منافق کیونکہ علانیہ خدا کو یاد کرتے تھے، اور پوشیدہ نہیں یاد کرتے تھے، اِس لیے خدا نے اِس آیت میں منافقوں کی صفت بیان کردی۔" (کافی و تفسیر صافی ص۱۴۲)

خدا کی طرف دھوکہ دینے کی نسبت جوابی طور پر ہے۔ جیسے پہلے پارے میں خدا نے فرمایا تھا کہ "خدا اُن کا مذاق اُڑاتا ہے۔" یا دوسری جگہ فرمایا تھا "مکروا ومکر اللہ" یعنی، اُنھوں نے اللہ کے خلاف خفیہ حیلہ کیا تو خدا نے بھی اُن کے خلاف خفیہ حیلہ کیا۔

منافق دُنیا میں سمجھتے ہیں کہ اُنھوں نے مومنین کو بیوقوف بنالیا ہے۔ معاذ اللہ

(باقی اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

(بقیہ: پچھلے صفحے کا)

خدا و رسولؐ کو دھوکہ دے دیا۔ مگر جب آخرت میں کافروں سے بھی زیادہ سخت سزا پائیں گے تب سمجھیں گے کہ دھوکہ کس نے کھایا اور بے وقوف کون بنا؟ (فصل الخطاب)

خدا کی طرف جب دھوکہ دینے کی نسبت دی جاتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ خدا دھوکہ دینے کی سزا دیتا ہے۔ (قرطبی، جصّاص، تفسیر کبیر و ابن کثیر)

عبادت کا جوہر ایمان و معرفت ہے۔

عبادت میں ذوق و شوق، خوشی و مستعدی، چستی و ہوشیاری صرف ایمان اور معرفت سے پیدا ہوتی ہے۔ جب سرے سے ایمان ہی موجود نہ ہو تو عبادت میں کاہلی بدمزگی، بر ہمی کیسے نہ پیدا ہوگی۔ منافق کے نزدیک تو عبادت کا مقصد صرف لوگوں کی نظر میں خود کو بڑا نیک، پارسا مسلمان ظاہر کرنا ہوتا ہے۔ فقہاء نے کہا "اسی دکھاوے کی وجہ سے خدا نے اس کو قلیل کہا ہے، ورنہ جو عمل خدا کے لیے کیا جاتا ہے وہ قلیل نہیں، کثیر ہوتا ہے۔ (جصّاص)

ریاکاری کے معنی کسی اچھی چیز کو دکھاوے کے لیے انجام دینا ہوتا ہے' حکمِ خدا کی اطاعت کے لیے نہیں۔ (قرطبی)

آیت میں نماز کا ذکر خاص طور پر اس لئے کیا گیا کہ عام طور پر نماز ہی عبادت اور اسلام کا ظاہری معیار سمجھا جاتا ہے۔ فقہاء نے کہا کہ اگر نماز اس لئے جماعت سے پڑھی جائے کہ لوگ اُسے مومن سمجھیں اور وہ واقعی دل سے مومن بھی ہو، تاکہ اُس کی گواہی قبول کی جائے، تو وہ ریاکاری میں شامل نہیں (ابنِ عربی)

www.drhasanrizvi.org

مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ (۱۴۳) وہ اِس (کفر و ایمان) کے درمیان
لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ڈانواں ڈول دیا معلق ہیں۔ نہ تو
وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ پورے اِسی طرف ہیں، اور نہ پورے اُسی
تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ۱۴۳ طرف۔ اور جسے اللہ گمراہی میں چھوڑ دے[ا]
اُس کے لیے تم کوئی راستہ نہیں نکال سکتے۔

ا۔ **"اللہ کے گمراہی میں چھوڑ دینے" کے معنی یہ ہیں** کہ دُنیا میں فکر و عمل کی تمام راہیں اللہ نے اپنے اختیار اور مرضی سے سبھی عطا فرمائی ہیں، اور ہمیں اُنکے اختیار کرنے کا بھی اختیار عطا فرمایا ہے۔

لیکن کوئی شخص کسی راہ پر بھی اللہ کے اذن اور اجازت کے بغیر نہیں چل سکتا۔ مگر کس انسان کو کس راہ پر چلنے کی اجازت ملتی ہے اُس کا دار و مدار اور انحصار خود اُس آدمی کی اپنی طلب، کوشش اور اختیار پر ہوتا ہے۔ اگر وہ چاہتا ہے تو خدا سے لو لگاتا ہے، سچائی کا طالب ہوتا ہے، خدا کو راضی کرنے کی کوشش کرتا ہے، تو اللہ کی طرف سے اُس کو اُسی راستے کا اذن مل جاتا ہے جس کو توفیقات بھی کہتے ہیں۔ پھر خدا اُس کے لیے اُسی کا اختیار کیا ہوا راستہ ہموار کر دیتا ہے اور اسی راستے پر چلنے کے اسباب فراہم کر دیتا ہے۔

بخلاف اس کے جو شخص خود گمراہی کو پسند کرتا ہے اور غلط راستوں پر چلنے کو اختیار کرتا ہے اور بُرے کاموں کے لیے کوششیں کرتا ہے، تو آخر کار خدا بھی اُس کیلئے اپنی ہدایتوں اور توفیقات کے دروازے بند کر دیتا ہے اور بُرائی کے راستے پر چلنے کی اجازت دے دی جاتی ہے، وہی راستہ جو خود اُس نے اپنی مرضی اور اختیار سے چنا ہوتا ہے۔ اُس کو خدا اپنی توفیقات سے محروم کر دیتا ہے۔ پھر اُسے یہ کھوئی ہوئی نعمت ڈھونڈے نہیں ملتی۔

(یہ معنی ہیں خدا کے گمراہی میں چھوڑنے کے) (تفہیم)

www.drhasanrizvi.org

يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَتَّخِذُوا۟ الْكَٰفِرِينَ أَوْلِيَآءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ أَتُرِيدُونَ أَن تَجْعَلُوا۟ لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَٰنًا مُّبِينًا ﴿۱۴۴﴾

(۱۴۴) اے ایمان لانے والو! مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست اور سرپرست نہ بناؤ۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ کے لیے خود اپنے خلاف کھلا ہوا الزام عائد کرلو۔ (۱۴۴)

کافروں سے دوستی مت کرو
مومنوں کو اللہ کی ہدایت

یعنی، تم نے اگر کافروں سے دلی تعلقات قائم رکھے تو یہ تمہاری منافقت کا ثبوت ہوگا۔ پھر تم اُن تمام سزاؤں کے مستحق بن جاؤ گے۔ جو منافقوں کے لیے بتائی جارہی ہیں۔ (جلالین)

اِس آیت میں کافرین کے لفظ میں چھپے ہوئے کافر یعنی منافقین بھی شامل ہیں۔ بعض فقہاء نے ذمیوں کو اپنا وکیلِ مال بنانے اور اُن کے ساتھ تجارت میں شرکت کرنے (مضاربت) میں بھی کراہت کی ہے۔

(جصّاص)

www.drhasanrizvi.org

اِنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ فِى الدَّرۡكِ الۡاَسۡفَلِ مِنَ النَّارِ‌ۚ وَلَنۡ تَجِدَ لَهُمۡ نَصِيۡرًا ۙ‏ ﴿۱۴۵﴾

(۱۴۵) یقین جانو، منافقین جہنّم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے اور تم ہرگز کسی کو بھی اُن کا مددگار نہ پاؤ گے۔

جہنّم کا نچلا طبقہ منافق کے لیے مخصوص ہے

جس طرح جنّت کے درجات ہیں، اِسی طرح دوزخ کے درکات ہیں۔ اُن کا نام درکات اِس لیے رکھا گیا ہے کہ جس طرح درجات ایک دوسرے سے بلند اور اعلیٰ ہوتے ہیں، اسی طرح درکات ایک دوسرے سے پست اور نیچے ہوتے ہیں۔ (تفسیر صافی ص۱۲۵)

اصل میں تو ہر منافق کافر بھی ہوتا ہے۔ اُس کا کفر سے بڑھ کر دوسرا جرم یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے کفر کو چھپا کر خود کو مسلمان ظاہر کرتا ہے۔ اِس طرح فریب دیتا ہے۔ اِس لیے اُسے کھلے ہوئے کافر سے زیادہ سزا ملے گی۔ یہی عقل اور انصاف کا تقاضا ہے۔ نیز یہ کہ منافق سے کافر کے مقابلے میں مسلمان معاشرے کو زیادہ نقصان پہنچتا ہے۔ فقہاء نے اِس آیت سے صرف گناہگار مسلمان کی شفاعت پر استدلال کیا ہے۔ کیونکہ آیت میں منافقوں کے لیے کہا گیا ہے کہ "تو اُن کا کوئی مددگار نہ پائے گا۔" اِس بات سے ثابت ہوا کہ جو مسلمان ہے، اگر گناہگار ہے، منافق نہیں ہے، اُس کی مدد کی جاسکتی ہے۔ یعنی اُن کی شفاعت

(باقی اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

اِلَّا الَّذِيۡنَ تَابُوۡا وَاَصۡلَحُوۡا (۱۴۶) سِوا اُن کے جنھوں نے (نفاق سے)
وَاعۡتَصَمُوۡا بِاللّٰهِ وَاَخۡلَصُوۡا توبہ کرلی اور اپنی اصلاح بھی کرلی اور
دِيۡنَهُمۡ لِلّٰهِ فَاُولٰٓٮِٕكَ مَعَ خدا (کے دامن) کو تھام لیا اور اپنے
الۡمُؤۡمِنِيۡنَ‌ؕ وَسَوۡفَ يُؤۡتِ دین کو خدا کے لیے خالص کر کے اللہ کی
اللّٰهُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اَجۡرًا عَظِيۡمًا‏ ۱۴۶ اطاعت کرنے لگے۔ تو یہی لوگ مومنین

کے ساتھ ہوں گے۔ اور اللہ مومنوں کو عنقریب بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا۔

(پچھلے صفحے کا بقیہ) ۔ ہو سکے گی۔ (تفسیر کبیر)

یاد رہے کہ منافقت کا جو برُا انجام اس آیت میں بتایا گیا ہے، وہ صرف اُس وقت ہے کہ جب انسان منافق مرے۔ اگر موت سے پہلے منافق بھی اللہ سے توبہ کر کے اپنی اصلاح کرلے تو مومنین میں شامل ہو سکتا ہے۔ پھر یہ نہیں دیکھا جاتا کہ وہ پہلے کیسا تھا۔ ؟ (تفسیر تبیان)

اپنے دین میں خلوص خدا کے لیے آیت ۱۴۶ : ف : اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کردینے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آدمی کی تمام وفاداریاں اللہ کے سوا کسی اور سے وابستہ نہ ہوں۔ وہ اپنی ساری محبتوں، محبتوں کو اللہ کے حکم کے تابع کردے کسی چیز کے ساتھ بھی اُس کا لگاؤ اتنا زیادہ نہ ہو کہ وہ اللہ کی رضا کے لیے اُس کو قربان نہ کر سکے۔ (تفہیم القرآن ابولاعلیٰ مودودی)

اس آیت سے فقہاء اور عرفاء نے یہ نتیجہ نکالا کہ عبادات اور اعمال صرف خدا کی اطاعت، رضامندی، یا خدا کا اجر حاصل کرنے کیلئے ہونے چاہئیں۔ ان سے کسی قسم کی ریاکاری یا مادی منفعت اصل مقصود نہ ہو۔ اس لیے نماز، اذان، حج اور دیگر اعمال جو فرض ہیں ان پر معاوضہ مانگنا جائز نہیں۔ (جصاص)

www.drhasanrizvi.org

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ (۱۴۷) آخر اللہ تمھیں سزا دے کر کیا کرے
اِنْ شَكَرْتُمْ وَ اٰمَنْتُمْ ؕ وَ گا[1] ؟ اگر تم شکر کرنے والے اور
كَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ۝[2] ایمان دار بن کر رہو تو اللہ تو بڑا ہی
قدر کرنے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ (یعنی تم اپنے ہی بُرے کاموں
کے سبب سے عذاب کے مستحق بن جاتے ہو ورنہ خدا کو تمھیں سزا دینے سے کوئی
فائدہ نہیں۔ وہ تو بے نیاز ہے۔ (۱۴۷)

---

[1] مطلب یہ ہے کہ تم اپنے عقائد اور اعمال کی وجہ سے عذاب کے مستحق ہوتے ہو۔ ورنہ خدا کو سزا دینے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ وہ تو بے نیاز ہے۔ اور ہر قسم کے انتقامی جذبات سے بھی پاک ہے۔ اُسے معاذاللہ کوئی اپنے دل کی بھڑاس تھوڑی نکالنی ہے۔ (تبیان)

"خدا شاکر ہے" سے مراد

[2] جب خدا کے لیے "شاکر" کا لفظ آتا ہے تو اس کے معنی اعترافِ خدمت یا قدر دانی کے ہوتے ہیں۔ اور جب شکر کا لفظ بندے کے لیے آتا ہے تو اس کے معنی اعترافِ نعمت، احسان مندی اور عملی اطاعت کے ہوتے ہیں۔ انسان جتنی، جیسی خدمت اور اطاعت اللہ کے لیے انجام دیتا ہے، اللہ اس کو خوب اچھی طرح سے جانتا بھی ہے اور اُس کے ہاں اِس کی پوری پوری قدر کی جاتی ہے۔

ایک محسن کے مقابلے میں احسان مندانہ رویّہ یہ ہوتا ہے کہ (۱) اُس کے احسان کا

(باقی اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

(پچھلے صفحے کا بقیہ) زبانی اور قلبی اعتراف کیا جائے ۔ (۲) اُس کی عملی اطاعت سے اپنی احسان مندی کا ثبوت دے ۔ انھیں دونوں چیزوں کے مجموعے کا نام شکر ہے ۔ اس کا منطقی نتیجہ محسن سے محبت ، وفاداری اور خلوص ہے ۔ اور اس کا عملی نتیجہ اُس کی اطاعت ہے ۔

خدا کا خود کو "شاکر" فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ خدمت ، عبادت اور اخلاص کا بڑی قدر کرنے والا ہے اور خود کو " علیما " فرما کر بتا دیا کہ خدا ہر شخص کی خدمت عبادات اور اخلاص کی پوری پوری حقیقت کو جانتا ہے ۔

نتائج : محققین نے آیت سے نتیجے نکالے :

(۱) جو مومن شاکر ہوگا وہ عذابِ الٰہی سے دور رہے گا ۔ اور

(۲) (بہت سے) بڑے بڑے گناہان کبیرہ کرنے والا بھی اگر دل سے ایمان لے آئے اور حقِ شکر ادا کرنے لگے ۔ یعنی خدا کی اطاعت کر کے خود کی اصلاح کرے تو عذابِ الٰہی سے بچ سکتا ہے ۔

(تفسیر کبیر امام رازی)

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ وَهُوَ حَسْبِيْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

بتاریخ جمادی الاول ۱۴۱۴ھ مطابق ۲۲ نومبر ۱۹۹۳ء بروز دوشنبہ ۱۲ بجے شب

کتابت مکمل ہوئی

کاتبِ قرآن ــــــ سید محمد جعفری ۳۶ بی لانڈھی

فون : ۵۰۴۰۸۶۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون

محمد اقبال حسین نعیمی عفی عنہ
ریسرچ اینڈ رجسٹریشن آفیسر محکمہ اوقاف

میں نے پاک محترم ایجوکیشن ٹرسٹ کے پارہ نمبر ۵ کو
حرفاً حرفاً بغور پڑھا۔ میں تصدیق کرتا ہوں کہ
غلطیوں سے مبرا ہے۔

نفیس احمد شاہ سعیدی